دار الاشاعت
اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی پاکستان فون: 32631861

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی زندگیاں جہاں زہد وتقوی، عبادت وخشیت خداوندی کا نمونہ ہیں وہاں ان کی زندگیا خوش دلی، زندہ دلی اور تفریح قلبی اور تفریحی مشغلہ کے پہلوؤں پر بھی بہترین اسوۂ حسنہ ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مزاح وخوش طبعی دل لگی اور ظرافت پر ایمان افروز واقعات کو ذکر کیا گیا ہے۔

تالیف

مولانا روح اللہ نقشبندی غفوری

دار الاشاعت
اردو بازار ایم اے جناح روڈ
کراچی پاکستان 2213768

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی
طباعت : جنوری ۲۰۱۲ء علمی گرافکس
ضخامت : 183 صفحات

www.darulishaat.com.pk

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

......ملنے کے پتے......

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
بیت الکتب بالمقابل اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد
مکتبۃ المعارف محلہ جنگی۔ پشاور

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
بیت العلوم 20 نابھہ روڈ لاہور
مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

AZHAR ACADEMY LTD.
54-68 LITTLE ILFORD LANE
MANOR PARK, LONDON E12 5QA

ISLAMIC BOOKS CENTRE
119-121, HALLI WELL ROAD
BOLTON BL 3NE, U.K.

امریکہ میں ملنے کے پتے

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A.

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

فہرست

عنوان | صفحہ نمبر

پہلا باب

دوسرا باب

تیسرا باب

چوتھا باب

☆......☆......☆......☆......☆

کلمات تبرک

حضرت حاجی مسعود پاریکھ صاحب مدظلہ،
چیرمین میمن خدمت فورم۔ کراچی، پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجھے الحمد للہ ایک علمی کاوش بعنوان ''عہدرسالت ﷺ کے تفریحی مشاغل'' دیکھنے کا موقع ملا، میں نے اب تک اسلامی موضوعات پر بہت ساری کتابوں کا مطالعہ کیا ہے، لیکن اس کتاب کو میں نے منفرد پایا ہے اور ایک نیا موضوع ہے جس میں عہدرسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے تفریحی مشاغل پر منفرد انداز میں علمی وتحقیقی گفتگو کی گئی ہے قرآن وحدیث کے حوالوں سے مزّین اور اُسوئ نبوی ﷺ کی روشنی میں کھیل اور تفریح کو شرعی حدود وقیود کے ساتھ بیان کیا گیا ہے مجھ سمیت اور بہت سے قاری جب اس کتاب کا بغور مطالعہ کریں گے تو انہیں حضور نبی کریم ﷺ کی سیرت کے حوالے سے مختلف پہلوؤں کے بارے میں کافی معلومات ملے گی، میں مولانا محمد روح اللہ نقشبندی غفوری کی اس علمی کاوش کی تعریف کرونگا جنہوں نے ایک نئے موضوع پر کتاب تحریر فرمائی ہے اس کے علاوہ بھی بے شمار کتب مختلف موضوعات پر لکھ چکے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں اور شرف قبولیت سے نوازیں آمین۔

مسعود پاریکھ

۱۔۱۔۲۰۱۲

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی الہ واصحابہ الذین ہم شاد والدین .

امابعد:

" الیوم اکملت لکم دینکم "[1] سے حق تعالیٰ شانہ نے جس دین کی تکمیل کا اعلان فرمایا ہے وہ دین اسلام ہے، یہ خصوصیت کہ زندگی گذارنے کے تمام شعبوں میں مکمل رہنمائی جس میں کسی قسم کی تشنگی باقی نہ رہے مذہب اسلام ہی کے ساتھ خاص ہے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کردار وافعال، اقوال واعمال سے امت کیلئے ایسا اسوہ قائم فرمایا کہ ایک مسلمان کی نظر اپنے سے غیر کی طرف اٹھ ہی نہیں سکتی، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سربلندی کا یہی راز تھا کہ اتباع سنت پر وہ حضرات بڑی پختگی سے عمل پیرا تھے۔ ع

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہوکر

الغرض اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے، کھانے پینے وغیرہ زندگی کے معمولات میں آپ ﷺ نے جو تعلیم دی اسی طرح خوش طبعی و دل لگی کے بارے میں بھی امت کو کسی کا محتاج نہیں رکھا، اس لئے کہ ظرافت ومزاح بھی انسانی زندگی کا ایک حصہ ہے اگر اس موضوع کو یکسر نظر انداز کر دیا جاتا تو ایک انسان مذاق ومزاح میں افراط وتفریط کا شکار ہو جاتا کہ خوش طبعی میں حد متجاوز ہو کر نازیبا حرکت کا ارتکاب کر بیٹھتا یا بالکل ظرافت سے خالی ہوتا کہ یہ بھی ایک نقص ہے۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بچوں تک کے ساتھ مزاح وخوش طبعی فرما کر امت کیلئے نمونہ عمل پیش فرمادیا۔

---

[1] (مائدہ:۳)

اسلام ایک معتدل دین ہے۔ اس میں جہاں خوف وخشیت اور محبت الٰہی میں رونا لازم ہے وہاں مخلوق خدا کے ساتھ دل لگی، خندہ پیشانی، خوش طبعی اور خوش کلامی سے پیش آنا بھی لازم ہے۔ اسلام میں عبادات کا ہرگز یہ تصور نہیں کہ انہیں بجالانے والا شخص خشک اور سڑیل مزاج ہو۔

اسی لئے حضور ﷺ نے فرمایا:۔

تبسمك في وجه اخيك صدقة . کسی انسان کو مسکرا کر ملنا عبادت ہے۔

معمولاتِ نبوی ﷺ سے آگاہ ہر شخص جانتا ہے کہ آپ ﷺ کتنے احسن انداز سے ملتے اور مجالس میں شرکت فرماتے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت خارجہ کہتے ہیں کہ میرے والد گرامی سے ایک وفد نے کہا ہمیں رسول اللہ ﷺ کے کچھ معمولات بیان کیجئے تو آپ نے بتایا مجھے حضور ﷺ کے پڑوسی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ ﷺ پر جب وحی نازل ہوتی تو مجھے بلا کر لکھوا دیتے۔

فكنا اذا ذكرنا الدنيا ذكرها معنا واذا ذكرنا الآخرة ذكرها معنا واذا ذكرالطعام ذكرها معنا [1]

جب ہم دُنیاوی باتیں کرتے تو اس میں آپ شرکت فرماتے، جب ہم آخرت کی بات کرتے تو اس میں بھی آپ حصہ لیتے جب کھانے پینے کی بات ہوتی، تب بھی شرکت فرماتے۔

اسلام وہ مکمل دین ہے جس میں انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر جامع ہدایات دی گئی ہیں جن کے ذریعے آخرت کی کامیابی کے ساتھ دنیا کی تمام مصالح کی پوری پوری رعایت ہوجاتی ہے۔ اسلام کی یہ پاکیزہ تعلیمات جہاں عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق کے اہم مسائل پر حاوی ہیں وہاں یہ تعلیمات انسانی زندگی کے اُن نازک پہلوؤں پر بھی محیط ہیں جو انسانی جذبات کی بڑی آماجگاہ ہیں۔ ان ہی سے ایک پہلو یہ ہے کہ انسانی زندگی میں، کھیل اور تفریح کا کیا مقام ہے؟

---

[1] (شمائل ترمذی)

افراط وتفریط کے اس دور میں اگر ایک طرف مغربی تہذیب نے پوری زندگی کو کھیل کود بنا دیا ہے تو دوسری طرف بعض دیندار حلقوں نے اپنے طرزِ عمل سے اس تصور کو فروغ دیا ہے کہ اسلام صرف عبادات اور خوف وخشیت کا نام ہے جس میں کھیل، تفریح، خوشدلی اور زندہ دلی کا کوئی گزر نہیں۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور اولیائے کرام رحمہم اللہ کی زندگیوں میں جہاں عبادات اور خوف وخشیت کا نمونہ ہے وہاں ان کی زندگی خوش دلی، زندہ دِلی اور تفریح قلبی کے پہلوؤں پر بھی بہترین اسوۂ حسنہ ہیں۔

آں حضرت ﷺ کی مجالس میں گو وقار، سنجیدگی اور متانت کی فضاء ہر وقت قائم رہتی یہاں تک کہ خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور اکرم ﷺ کی صحبت بابرکت میں ایسے باادب وباتمکین بیٹھتے کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں اور وہ ادنی حرکت سے اڑ جائیں گے۔ مگر پھر بھی حضور اکرم ﷺ کی خوش طبعی کی جھلک ان متبرک صحبتوں کو خوشگوار بناتی رہتی کیونکہ آں حضرت ﷺ اگر ایک طرف پیغامبر خداوندی کی حیثیت سے احترام رسالت ﷺ کو ملحوظ رکھتے ہوئے وعظ وتلقین میں مصروف رہتے تو دوسری طرف آپ ﷺ صحابہ کے ساتھ بے تکلف دوست اور ایک خوش مزاج ساتھی کی حیثیت سے بھی میل جول رکھتے۔ اگر زیادہ اوقات میں آپ ﷺ کی مجلس ایک دینی درس گاہ اور تعلیمی ادارہ بنی رہتی تو کچھ دیر کے لئے خوش طبع مہذب دوستوں کی بیٹھک بھی بن جاتی جس میں ظرافت کی باتیں بھی ہوتیں گھر بار کے روزانہ کے قصے بھی بیان ہوتے غرض بے تکلفی سے آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم سے اور صحابہ رضی اللہ عنہم آپس میں گفتگو کرتے اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ کی ظرافت کس طرح کی تھی۔ اس تشریح کی یوں ضرورت ہے کہ بہت سے کاموں میں ہمارے غلط عمل سے ہمارے نظریئے بدل چکے ہیں تخیل کہاں سے کہاں چلا گیا ہے، ہر چیز میں اعتدال کھو بیٹھے ہیں۔ اگر ہم سنجیدہ اور متین بنتے ہیں تو اتنے کہ خوش طبعی وظرافت ہم سے کوسوں دور رہتی ہے۔ اور اگر خوش طبع

بنتے ہیں تو اس قدر کہ تہذیب ہم سے کوسوں دور رہتی ہے اس لئے کہ حضور اکرم ﷺ کے عمل سے ہمیں ایک خاص معیار سامنے رکھنا ہے۔ آپ ﷺ کی ظرافت کی تعریف آپ ﷺ ہی کی زبان مبارک سے سن لیجئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے تعجب سے پوچھا کہ آپ ﷺ بھی مذاق کرتے ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ''ہاں بے شک'' مگر میرا مزاح سراسر سچائی اور حق ہے اس کے مقابلہ میں ہمارا آج کل کا مذاق وہ ہے جس میں جھوٹ، غیبت بہتان، طعن وتشنیع و بیجا مبالغوں سے پورا پورا کام لیا گیا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو انسانی خصوصی اوصاف میں سے یہ صفت ظرافت و مزاح عطا کیا ہے جس سے انسان کو انبساط قلبی و جسمانی ملا کرتا ہے اور یہ ظرافت و مزاح بھی انسانی زندگی کا ایک خوش کن عنصر ہے۔ آدمی کا اس سے بالکل خالی ہونا کوئی قابل فخر بات نہیں بلکہ ایک نقص ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اگر کسی بلند پایہ اور مقدس شخصیت کی طرف سے چھوٹے اور معمولی حیثیت کے کسی آدمی کے ساتھ لطیف وظرافت کا برتاؤ ہو تو وہ اس کے لئے ایسی مسرت اور عزت افزائی کا باعث ہوتا ہے جو کسی دوسرے طریقے سے حاصل نہیں کی جا سکتی۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ بھی کبھی کبھی اپنے جانثاروں اور نیاز مند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مزاح فرماتے تھے اور ان کے ساتھ آپ ﷺ کی نہایت ہی لذت بخش اور خوش کن گفتار سے محفل کا رنگ دوبالا فرما دیتیں۔

اس لئے حضور ﷺ کا مزاح نہایت ہی لطیف و حکیمانہ ہوتا تھا۔ ہنسی کے موقع پر ہنسنا بھی انسانی فطرت کا تقاضا ہے اور اس میں قطعاً کوئی خیر نہیں ہے کہ آدمی کے لبوں پر کبھی مسکراہٹ بھی نہ آئے اور وہ ہمیشہ سخت خلق اور چہرہ بگاڑنے والا بنا رہے۔ رسول اللہ ﷺ کی عادت شریفہ اللہ تعالیٰ کے بندوں اور اپنے مخلصوں سے ہمیشہ مسکرا کر ملنے کی تھی۔ ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کا یہ رویہ اور برتاؤ ان لوگوں کے لئے کیسی قلبی و روحانی مسرت کا باعث ہوتا ہوگا اور اس کی وجہ سے ان کے اخلاص و محبت میں کتنی ترقی ہوئی ہوگی۔

اب ہم اصل مقصد کی طرف آتے ہیں کہ مسلم نوجوان تفریحی سرگرمیوں میں ایک فطری دلچسپی رکھتے ہیں اور وہ جاننا چاہتے ہیں کہ محبوب خدا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا اُسوۂ حسنہ کیا تھا، ہمارے اس کتاب میں اُن کے تجسس کا ایک حد تک جو اب موجود ہے۔

آج بعض ذہنوں میں یہ غلط خیال بیٹھ گیا ہے یا بعض لوگ کسی خاص مقصد کے تحت نژادِ نو (نسل نو) کے ذہنوں میں یہ غلط تاثر پیدا کر رہے ہیں کہ اسلام انسانی فطرت کے تقاضے پورے نہیں کرتا، اور معاشرے میں پیوست اور بوریت پیدا کرتا ہے، نہ وہ لوگوں کو تفریح کی اجازت دیتا ہے اور نہ اس میں جسم وروح کے لطف وانبساط اور نشاط کے لئے کوئی گنجائش ہے، اس غلط خیال کے زیر اثر نوجوانوں کو یہ کہتے سنا جاتا ہے کہ اسلام تو بڑا خشک مذہب ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ دین فطرت ہونے کی حیثیت سے اسلام انسانوں کی فطرت اور طبائع (مزاج) کا پورا پورا لحاظ کرتا ہے اور اُنہیں عبادات وفرائض کے ساتھ ساتھ تفریحی مشاغل کی اجازت بھی دیتا ہے۔ اُس نے ایسے تمام تفریحی مشاغل جائز قرار دیئے ہیں جن سے احکام الٰہی کی خلاف ورزی نہ ہوتی ہو اور جو معاشرے میں خرابی پھیلانے کا باعث نہ ہوں، اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام کے تصورِ تفریحی اور مغرب کے تصورِ تفریح میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اسلام جن تفریحی مشاغل کی اجازت دیتا ہے، ان سے دینی اور دنیاوی دونوں قسم کے فائدے حاصل ہوتے ہیں اور انسان حقیقی معنوں میں اپنے آپ کو جسمانی اور روحانی طور پر تازہ دم محسوس کرتا ہے۔ دوسری طرف مغربی طرز کی بیشتر تفریحات (سینما، رقص وسرور، کلب، شباب وشراب وغیرہ) سے وقتی طور پر تو نشاط حاصل ہوتی ہے لیکن انسان ایک ایسے عصبی تناؤ میں مبتلا ہو جاتا ہے جو کبھی ختم ہونے میں نہیں آتا۔ ایسی تفریحات معاشرے میں بے حیائی، فحاشی اور انارکی پھیلانے کا باعث ہوتی ہیں۔

مغرب زدہ انسانوں کی رُوح سکون سے ناآشنا ہو چکی ہے، ہر طرف نفسانفسی کا

عالم ہے اور بے یقینی کی کیفیت ہر کہ دمہ (ہر لحظہ) پر طاری ہے، آج ہمارے جو لوگ مغربی انداز کی تفریحات میں کشش محسوس کرتے ہیں، وہ اسلام کی برکات سے بے خبر ہیں اور اپنے معاشرے کو مغربی معاشرے کی طرز پر تعمیر کرنا چاہتے ہیں، اسلام جن روحانی اور جسمانی فوائد سے متمتع کرتا ہے، مغربی معاشرے میں اُن کا عشرِ عشیر بھی نہیں ہیں۔ ہمیں یہ حقیقت کبھی فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ اسلام کا انسان مطلوب، اللہ کا اطاعت گزار بندہ اور راہِ حق کا مجاہد ہوتا ہے، وہ صرف وہی تفریحی مشاغل اختیار کر سکتا ہے جن سے اُس کا تعلق اللہ سے کسی صورت میں بھی نہ ٹوٹتا ہو۔

قرآن کریم کی رُو سے ہمارے لئے رسول اکرم ﷺ کا اُسوۂ حسنہ ہی بہترین نمونہ ہے، اسی پر عمل کرنے میں ہماری نجات ہے اور یہی ہمارا ذریعہ فوز و فلاح ہے۔

آج اسلام کے تصورِ تفریح کو سمجھنے کے لئے لامحالہ ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ رحمۃ اللعلمین حضرت اقدس ﷺ کے عہد میں مسلمانوں کے تفریحی مشاغل کیا تھے اور حضور ﷺ کا طرزِ عمل اُن کے بارے میں کیا تھا، اسے پیشِ نظر رکھ کر ہم اپنے تفریحی مشاغل کے حدود کا تعین کر سکتے ہیں۔

رحمتِ عالم ﷺ نے مردانہ ورزشوں اور کھیلوں کی حوصلہ افزائی کی اور بعض میں خود بھی حصہ لیا، یہ ورزش اور کھیل مسلمانوں کے لئے تفریحِ طبع کا سامان بھی مہیا کرتے اور ان کو عبادات و واجبات کو مستعدی سے ادا کرنے پر بھی تیار کرتے تھے، اس کے علاوہ وہ جسمانی قوت میں اضافے کا موجب ہوتے، صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

قوی مسلمان اللہ کے نزدیک کمزور مسلمان سے زیادہ اچھا اور محبوب ہے۔

عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے متعدد قسم کے کھیل کود اور دوسری تفریحات کا پتہ چلتا ہے کہ واقعات و روایات خاصی تعداد میں ہیں[1]

---

[1] نوٹ:...... چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بغیر سیرت رسول ﷺ کا کوئی بھی پہلو نا مکمل ہی رہتا ہے اسی لئے ہم نے تبرکاً اس حوالے سے بھی تفصیلی گفتگو کی ہے۔

سیرت کے حوالے سے بندۂ عاجز کی تین کتابیں بنام۔

(۱)......عہد رسالت ﷺ کے مفسرین کرام

(۲)......عہد رسالت ﷺ کے محدثین کرام

(۳)......عہد رسالت ﷺ کے فقہائے کرام اوراب الحمدللہ چوتھی کتاب بنام ''عہد رسالت ﷺ کے تفریحی مشاغل'' لکھنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے، اور کتابی دنیا میں برسرفہرست دارالاشاعت کے روح رواں محب المکرّم ومخلص المعظم جناب بھائی خلیل اشرف عثمانی صاحب جو کہ پوتے ہیں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نوراللہ مرقدہٗ کے، ان کے ذوق طباعت واشاعت نے ان سیرت کی کتابوں کو منظر عام پر لاکر ایک پاکیزہ جذبہ، عقیدت اور محبت ایمانی کا ثبوت دیا ہے اللہ تعالیٰ ان کی محنتوں کو قبول فرماکر دارین کی ترقیات عطا فرمائیں اور بندہ عاجز و ناچیز کے ساتھ ان کا تعاون ظاہراوباطناً شامل حال ہے اللہ تعالیٰ انہیں دنیا وآخرت کی تمام بھلائیاں اور اجر عظیم عطا فرمائیں، آمین

طالب دُعا

محمد روح اللہ نقشبندی غفوری

رابطہ نمبر:......0342.2001115

☆......☆......☆......☆......☆......☆
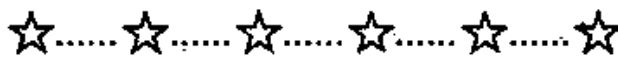
پہلا باب

مزاح اور خوش طبعی وتفریح اسلام کی نظر میں

انسان کی زندگی کا قیمتی سرمایہ

انسان کا سب سے بڑا سرمایہ انسان کی زندگی کے وہ قیمتی لمحات ہیں جو کسی کے روکے سے نہیں رُکتے۔ اور سیکنڈوں، منٹوں، گھنٹوں اور دنوں کی شکل میں تیزی سے ختم ہوتے رہتے ہیں۔ انسان اپنے لمحاتِ زندگی کو صحیح جگہ میں صرف کر لے تو دُنیا و آخرت کی فلاح نصیب ہو جاتی ہے اور اگر خدانخواستہ ان قیمتی لمحات کو ضائع کر دے تو دُنیا و آخرت کا خسارہ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اسی لئے قرآن حکیم میں زمانے (وقت) کی قسم کھا کر ارشاد فرمایا گیا ہے:۔

"والعصر ان الانسان لفی خسر" [1]

ترجمہ:...... قسم ہے زمانے کی انسان بڑے خسارہ میں ہے۔

حضرت اقدس مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ اس مشہور سورۃ کی تفسیر میں اسی حقیقت کی نشاندہی کرنے کے بعد لکھتے ہیں:۔

"حق تعالیٰ نے ہر انسان کو اُس کی عمر کے اوقاتِ عزیز کے بے بہا سرمایہ دے کر ایک تجارت پر لگا دیا ہے کہ وہ عقل و شعور سے کام لے اور اس سرمایہ کو خالص نفع بخش کاموں میں لگائے تو اس کے منافع کی کوئی حد نہیں رہتی اور اگر اس کے خلاف کسی مضرّت رساں کام میں لگا دیا تو نفع کی تو کیا امید ہوتی یہ رأس المال بھی ضائع ہو جاتا ہے اور صرف اتنا ہی نہیں کہ نفع اور رأس المال ہاتھ سے جاتا رہا بلکہ اس پر سینکڑوں جرائم کی سزا عائد ہو جاتی ہے۔ اور کسی نے اس سرمایہ کو نہ کسی نفع بخش کام میں لگایا نہ مضرت رساں میں تو کم از کم یہ خسارہ تو لازمی ہی ہے کہ اس کا نفع اور رأس المال دونوں ضائع ہو گئے۔ اور یہ کوئی شاعرانہ تمثیل ہی نہیں بلکہ ایک حدیث مرفوع سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

کل یغدو فبائع نفسہ فمعتقھا او موبقھا۔ [2]

---

[1] (سورۃ العصر پ۳۰) [2] صحیح مسلم، مشکوۃ المصابیح (کتاب الطہارۃ) ص ۳۸)

ترجمہ:......یعنی ہر شخص جب صبح اُٹھتا ہے تو اپنی جان کا سرمایہ تجارت پر لگا دیتا ہے۔ پھر کوئی تو اپنے اس سرمایہ کو خسارہ سے آزاد کرا لیتا ہے اور کوئی ہلاک کر ڈالتا ہے۔

خود قرآن کریم نے بھی ایمان و عمل صالح کو انسان کی تجارت کے الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے:

هل ادلكم على تجارة تنجيكم من عذاب اليم . [1]

کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے

''اور جب زمانہ عمر انسان کا سرمایہ ہوا اور انسان اُس کا تاجر تو عام حالات میں اس تاجر کا خسارہ میں ہونا اس لئے واضح ہے کہ اس مسکین کا سرمایہ کوئی منجمد چیز نہیں جس کو کچھ دن بیکار بھی رکھا جائے تو اگلے وقت میں کام آجائے بلکہ یہ سیال سرمایہ ہے جو ہر منٹ ہر سیکنڈ بہہ رہا ہے۔ اس کی تجارت کرنے والا بڑا ہوشیار مستعد آدمی چاہیے جو بہتی ہوئی چیز سے نفع حاصل کر لے۔ اسی لئے ایک بزرگ کا قول ہے کہ وہ برف بیچنے والے کی دکان پر گئے تو فرمایا کہ اس کی تجارت کو دیکھ کر سورۂ ''والعصر'' کی تفسیر سمجھ میں آگئی کہ یہ ذرا بھی غفلت سے کام لے تو اس کا سرمایہ پانی بن کر ضائع ہو جائے گا۔ اس لئے اس ارشادِ قرآنی میں زمانے کی قسم کھا کر انسان کو اس پر متوجہ کیا ہے کہ خسارے سے بچنے کے لئے جو چار اجزاء سے مرکب نسخہ بتلایا گیا ہے اُس کے استعمال میں ذرا غفلت نہ برتے۔ عمر کے ایک ایک منٹ کی قدر پہچانے اور ان چار کاموں میں اس کو مشغول کر دے''۔ [2]

آخرت کی کامیابی سے قطع نظر بھی (کہ جس سے قطع نظر ممکن نہیں) محض دُنیوی کامیابی بھی اُنہی لوگوں کے حصہ میں آتی ہے جو اپنے وقت کو ٹھیک ٹھیک کاموں پر خرچ کرتے ہیں اور اپنی زندگی کے لمحات کو ضائع ہونے سے بچاتے ہیں، ایک کامیاب انسان وہی سمجھا جاتا ہے جو سنجیدگی کے ساتھ اپنی زندگی کے لمحات کو مناسب جگہوں پر خرچ کرے اور اوقاتِ عزیز کو بیکار کاموں اور کھیل کود میں ضائع ہونے سے بچائے۔

---

[1] (سورۃ الصف) [2] (تفسیر معارف القرآن ص ۸۱۲ ج ۸)

یہی وہ بنیادی حقیقت ہے جس کی طرف قرآن حکیم نے کئی جگہ توجہ دلائی ہے اوران لوگوں کی مذمت بیان کی ہے جو زندگی کے اہم مقاصد کو یکسر نظر انداز کر کے پوری زندگی کو کھیل تماشہ بنانا چاہتے ہوں۔

لہوولعب سے متعلق آیاتِ قرآنی

مناسب ہوگا کہ یہاں وہ آیات مع ترجمہ نقل کردی جائیں جن سے یہ حقیقت کھل کر واضح ہوجاتی ہے کہ ''لہوولعب'' کے بارے میں قرآن حکیم کا کیاارشاد ہے؟

(۱)...... ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللّٰہ بغیر علم ویتخذ ھاھزوا . أولئک لھم عذاب مھین [۱]

ترجمہ:......اور کچھ لوگ وہ ہیں جو خریدار ہیں کھیل کی باتوں کے تاکہ اللہ کے راستے سے بے سوچے سمجھے گمراہ کریں اوراس کی ہنسی اُڑائیں ایسے لوگوں کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔''

(۲)...... فذرھم یخوضوا ویلعبوا حتی یلاقوا یومھم الذی یوعدون. [۲]

''تو آپ ان (کافروں) کواسی شغل اور کھیل میں رہنے دیجئے یہاں تک کہ یہ اپنے اس دن سے جاملیں جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے (یعنی قیامت کا دن)''

(۳)......ولئن سألتھم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب قل اباللّٰہ وآیاتہ ورسولہ کنتم تستھزؤون.

اوراگر آپ ان منافقین سے پوچھیں تو وہ کہیں گے ہم تو ہنسی اور کھیل کررہے تھے۔ آپ فرمادیجئے کیا اللہ کے ساتھ اوراُس کی آیتوں اوراُس کے رسول کے ساتھ تم ہنسی کرتے تھے'' [۳]

---

[۱] (۴:سورۃ اللقمان) [۲] (۴:سورۃ اللقمان) [۳] (۶۵:التوبہ)

(۴)...... قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون.۱
''آپ کہہ دیجئے کہ ''اللہ'' پھران کو چھوڑ دیجئے کہ یہ اپنی خرافات میں کھیلتے رہیں۔''

(۵)...... أو أمن أھل القری أن یاتیھم باسنا ضحی و ھم یلعبون ۔۲
''کیا بستیوں والے اس سے بےفکر ہو گئے ہیں کہ ہمارا عذاب اُن پر دن چڑھے اس حالت میں آ پہنچے کہ وہ کھیل رہے ہوں۔''

(۶)......ما یأتیھم من ذکر من ربھم محدث الا استمعوہ وھم یلعبون لاھیۃ قلوبھم .۳
''کوئی نصیحت پہنچتی ان کو اپنے رب سے نئی، مگر اُس کو سُنتے ہیں کھیل میں لگے ہُوئے۔ کھیل میں پڑے ہوئے ہیں اُن کے دل۔''

(۷)...... بل ھم فی شک یلعبون . ۴
''بلکہ وہ (کافر) شک میں ہیں، کھیل رہے ہیں۔''

(۸)...... فویل یومئذ للمکذبین الذین ھم فی خوض یلعبون .۵
''سو خرابی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کو جو باتیں بناتے ہیں کھیلتے ہوئے۔''

(۹)......واذا نادیتم الی الصلاۃ اتخذوھا ھزوا ولعبا .
''اور جب تم نماز کی طرف پکارتے ہو تو وہ اُسے ہنسی اور کھیل بناتے ہیں''۔۶

(۱۰)...... قالوا أجئتنا بالحق ام أنت من اللاعبین .
''کافر بولے تو ہمارے پاس لایا ہے سچی بات، یا تو کھلاڑیوں میں سے ہے۔''۷

---

۱ (۹۱:الانعام) ۲ (۹۸۔الاعراف) ۳ (۲:الانبیاء) ۴ (۹:الدخان) ۵ (۱۲:الطور)
۶ (۵۸)المائدہ) ۷ (۵۵:الانبیاء)

(۱۱)......وذر الذین اتخذوا دینهم لعبا و لهوا وغرتهم الحیوة الدنیا وذکر به أن تبسل نفس بما کسبت . ۱

ترجمہ:......اوران لوگوں کو چھوڑ دیجئے جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشہ بنا رکھا ہے اور دنیوی زندگی نے ان کو دھوکہ میں ڈال دیا ہے۔
آپ قرآن کے ذریعے نصیحت کرتے رہیئے۔ کہیں کوئی جان اپنے کئے میں گرفتار نہ ہو جائے۔"

(۱۲)......وما الحیوة الدنیا الا لعب ولهو و للدار الاخرة خیر للذین یتقون افلا تعقلون . ۲

"اور نہیں ہے زندگانی دُنیا کی مگر کھیل اور جی بہلانا اور آخرت کا گھر بہتر ہے پرہیزگاروں کے لئے۔ کیا تم نہیں سمجھتے"؟

(۱۳)......انما الحیوة الدنیا لعب ولهو و ان تومنوا وتتقوا یؤتکم اجورکم ولا یسئلکم اموالکم . ۳

"یہ دُنیا کا جینا تو کھیل اور تماشا ہے اور اگر تم ایمان اور تقویٰ اختیار کرو تو وہ تم کو تمہارے اجر عطا کرے گا اور تم سے تمہارے مال طلب نہیں کرے گا۔"

(۱۴)......وما هذه الحیوة الدنیا الا لهو ولعب وان الدار الاخرة لهی الحیوان لو کانوا یعلمون . ۴

"اور یہ دُنیا کا جینا تو بس جی بہلانا اور کھیلنا ہے اور آخرت کا گھر ہی اصل زندگی ہے اگر ان کو سمجھ ہوتی۔"

(۱۵)...... قل ما عند الله خیر من اللهو و من التجارة والله خیر الرازقین . ۵

"آپ کہہ دیجئے کہ جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ تماشے اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ بہترین روزی دینے والا ہے۔"

---

۱ ۷۰:الانعام ۲ (۳۲:الانعام) ۳ (۳۶:محمد) ۴ (۶۴:العنکبوت) ۵ (۱۱ الجمعة)

اِن آیات کا خلاصہ

لہو ولعب سے متعلق یہ چند آیات ہیں جن کا ترجمہ اوپر تحریر کیا گیا۔ ان میں سے اکثر آیات اگرچہ اپنے شانِ نزول کے اعتبار سے کافروں سے متعلق ہیں مگر محض ان آیات کے ترجمہ ہی سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ ایک با مقصد زندگی اور کھیل کود پر مبنی زندگی میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ پہلی زندگی اسلام کا مقصود ہے۔ اور دوسری زندگی اسلام کی نگاہ میں مذموم۔ پہلی زندگی عقیدۂ آخرت کے حامل مومنِ کامل کی شکل میں اجاگر نظر آتی ہے اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم وسلف صالحین رحمۃ اللہ علیہم اس کا بہترین نمونہ ہیں اور دوسری زندگی کفار وفجار کا شعار ہے اور غافل اور مقصد سے عاری افراد کی زندگی اس کا نمونہ نظر آتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ اسلام ایک با مقصد زندگی گزارنے پر زور دیتا ہے جس میں زندگی کے قیمتی وقت سے پورا فائدہ اُٹھایا گیا ہو۔ اسلام زور دیتا ہے کہ انسان اپنے لمحاتِ زندگی ایسے کاموں میں صرف کرے جس میں دُنیا وآخرت کا فائدہ یقینی ہو ورنہ کم از کم دُنیا وآخرت کا خسارہ نہ ہوتا ہو۔ اسی لئے قرآن حکیم نے سورۃ المؤمنون میں جہاں کامیاب مومنین کی اعلیٰ صفات ذکر کی ہیں وہاں یہ صفت بھی ذکر کی:

والذین هم عن اللغو معرضون [1]

ترجمہ:...... اور یہ وہ لوگ ہیں جو لغو (یعنی فضول) باتوں سے اعراض کرتے ہیں"۔

اسی طرح سورۃ الفرقان میں اللہ کے خاص بندوں کی صفات ذکر کیں تو ارشاد فرمایا:۔

واذامروا باللغو مروا كراما. [2]

"یعنی جب یہ لوگ لغو یعنی فضول باتوں کے پاس سے گزرتے ہیں تو شرافت کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔"

ان سب آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے نزدیک عقلمند اور مثالی مومن کی

---

[1] (۳: المؤمنون) [2] (۷۲: الفرقان)

پہچان ہی یہ ہے کہ وہ لایعنی، زائداز کار فضول باتوں سے دور رہتا ہے۔ اسی لئے ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الکیس من دان نفسه وعمل لمابعد الموت والعا جزمن أتبع نفسه هواها وتمنی علی الله .

"یعنی عقلمند وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو قابو میں رکھے اور موت کے بعد کی تیاری کرتا رہے اور عاجز (و بیوقوف) وہ شخص ہے جو خواہشات نفسانی میں مبتلا رہے اور اللہ تعالیٰ سے آرزوئیں بھی رکھتا رہے۔" [۱]

اور اسی کو ایک حدیث میں "حُسنِ اسلام" سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:۔

من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه .

"یعنی آدمی کے اچھے اسلام کی علامت یہ ہے کہ وہ لایعنی امور ترک کردے۔" [۲]

یہ لایعنی امور وہ ہیں جنہیں آیات واحادیث میں لہو، لعب اور لغو کے الفاظ سے بیان کیا گیا ہے۔ مناسب ہوگا کہ ان تینوں الفاظ کی لغوی تشریح بھی نقل کردی جائے۔

اللهو: مایشغل الا نسان عمایعنیه ویهمه . یعنی لہو ہر اُس چیز کو کہا جاتا ہے جو انسان کو قابل توجہ اہم امور سے غافل کردے۔ [۳]

اللعب: لعب فلا ن اذاکان فعله غیر قا صد به مقصدًا صحیحاً.

یعنی لعب اور کھیل ہر اس کام کو کہا جاتا ہے جو بلا کسی مقصد صحیح کے انجام دیا جائے۔ [۴]

اللغو: وهو کل سقط من قول أو فعل فید خل فیه الغناء واللهو وغیر ذلك ممّا قاربه.

یعنی لغو ہر نکمی (فضول) بات اور ہر نکمے (فضول) فعل کو کہا جاتا ہے جس میں گانا باجا راگ رنگ وغیرہ سب بیکار باتیں شامل ہیں۔ [۵]

---

[۱] (ترمذی، ابن ماجہ بحوالہ مشکوٰۃ عربی ص ۴۵۱) [۲] (ابن ماجہ، ترمذی، مسند احمد، مؤطا امام مالک بحوالہ مشکوٰۃ (عربی) ص ۴۱۳) [۳] (مفردات القرآن راغب) [۴] (مفرادت القرآن راغب) [۵] (القرطبی ص ۸۰ ج ۱۳)

اسلام میں تفریح کی اجازت

اب تک جو آیات واحادیث ذکر کی گئی ہیں اُن سے معلوم ہُوا کہ شریعت اسلامیہ میں وقت کی حفاظت اور بامقصد زندگی کے قیام کا حکم دیا گیا ہے اور لہو، لعب اور لغو کی ممانعت کی گئی ہے۔

لیکن اس لہو، لعب اور لغو کی ممانعت کا مقصد یہ ہرگز نہیں کہ اسلام میں تفریح کی بھی ممانعت ہے۔ تفریح ہرگز ممنوع نہیں۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ تفریح جس کے ٹھیک معنی فرحت حاصل کرنے اور جسم و رُوح کو فرحت پہنچانے کے ہیں، وہ اسلام میں نہ صرف جائز بلکہ شرعاً ایک حد تک مستحسن ومطلوب ہے تاکہ اس تفریح کے ذریعے جسم اور رُوح کا کسل اور طبعی ملال دُور ہو کر دوبارہ طبیعت میں نشاط، چستی، حوصلہ، ہمت اور اُمنگ پیدا ہو اور انسان ایک بار پھر پوری خوشدلی کے ساتھ زندگی کے اعلیٰ مقاصد کے طرف کی طرف متوجہ ہو سکے۔ ہاں البتہ یہ ضروری ہے کہ وہ تفریح واقعتاً تفریح ہو۔ یعنی اس سے جسم وروح کو فرحت ومسرّت نصیب ہو۔ (وہ لہو، لعب اور لغو حرکت نہ ہو)۔

فرحت کے بارے میں علاّمہ قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "والفرح لذة فی القلب بادراك المحبوب" یعنی محبوب چیز کے پالینے سے جو قلبی لذّت نصیب ہوتی ہے اس کا نام فرحت اور خوشی ہے۔[۱]

یہ فرحت اگر اتراہٹ تک پہنچ جائے تو شرعاً ممنوع ہے۔ قرآن حکیم میں فرمایا گیا: لاتفرح ان اللّٰه لا یحب الفرحین. مت اتراؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔[۲]

اور ایک جگہ فرمایا گیا: انه لفرح فخور:[۳]
بیشک وہ اترانے والا شیخی خورا ہو جاتا ہے۔

---

۱ (تفسیر قرطبی ص ۵۴) ۲ (۷۶: سورۃ القصص) ۳ (۱۰ سورۃ ہود)

اور اگر یہ فرحت اتراہٹ اور شیخی تک نہ پہنچے بلکہ محض قلبی خوشی اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے احساس پر مبنی ہو تو وہ عنداللہ پسندیدہ، مستحسن اور مطلوب ہے۔ چنانچہ ایک جگہ حکم دیا گیا۔ قل بفصل اللّٰہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا[1]

"آپ کہہ دیجئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی مہربانی سے ہے تو ان کو اس پر خوش ہونا چاہیے۔

اور دوسری جگہ جنتیوں کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: فرحین بما آتاھم اللّٰہ من فضلہ:[2]

خوشی کرتے ہیں اس پر جو اُن کو اللہ نے اپنے فضل سے دیا۔

ایسی بامقصد تفریح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے اسوۂ حسنہ سے پوری طرح ثابت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف اسے جائز قرار دیا ہے بلکہ اعلیٰ مقاصد کے پیش نظر اسے باعثِ اجر وثواب سمجھا ہے۔ چنانچہ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی مسلسل جدّوجہد، علم وعمل، خشیتِ خداوندی، ذکر وفکرِ الٰہی، جہاد وتبلیغ اور حسنِ عبادت سے آراستہ نظر آتی ہے۔ وہاں آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ میں ہمیں بامقصد کھیل اور وقتاً فوقتاً تفریح کی مثالیں بھی نظر آتی ہیں جو انشاء اللہ آگے تحریر کی جائیں گی۔

چستی اور نشاط کا مطلوب ہونا

اسلام میں بامقصد تفریح کی جو اجازت دی گئی ہے اس کی وجہ ظاہر ہے کہ اسلام سستی اور کاہلی کو ناپسند کرتا ہے اور چستی اور فرحت کو پسند کرتا ہے۔ ویسے بھی اسلام ایک فطری مذہب ہے اور حق تعالیٰ شانہ نے شریعت عین انسانوں کی مصلحت کے مطابق نازل کی ہے۔ اس لئے شریعت کی تعلیمات اس امر کا تقاضا کرتی ہیں کہ مسلمان شریعت کے تمام احکام پر انقباض اور تنگ دلی کے ساتھ عمل کرنے کے بجائے

[1] (۵۸: سورۂ یونس) [2] (۱۷۰: آل عمران)

خوشی خوشی اُن پر عمل کرے اور جسم اور روح کے نشاط کے ساتھ زندگی کے اعلیٰ مقاصد کی جانب متوجہ ہو۔

مزاح کے لغوی معنیٰ واصلاحی تعریف

مزاح (بکسر المیم) کے معنی ہے خوش طبعی کرنا، ہنسی مذاق کرنا، مزاح (بضم المیم) خوش طبعی، مذاق، ہنسی (فیروز) صاحب مرقاۃ نے مزاح کی تعریف کی ہے "انبساط مع الغیر من غیر ایذاء" کسی کے ساتھ بغیر ایذارسانی کے خوش طبعی وہنسی مذاق کرنا، جس خوش مزاجی میں دل شکنی وایذارسانی ہوا سے "سخریۃ" کہتے ہیں "فان بلغ الایذاء یکون سخریۃ"[1]

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے مزاح ثابت ہے جیسا کہ آگے واقعات آرہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن، وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بچوں کے ساتھ مذاق فرمایا کرتے تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ظرافت کے ایسے واقعات روایات میں آئے ہیں کہ قاری ششدر وحیران رہ جاتا ہے کہ کیا صحابہ رضی اللہ عنہم کی خوش طبعی ایسی بھی ہوتی تھی؟ خصوصاً حضرت نعیمان رضی اللہ عنہ کے واقعات مزاح عجیب نوعیت کے آئے ہیں جو کہ آگے آرہے ہیں۔

علامہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا مزاح

رئیس المعبرین ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ جن کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ "کثیر الضحك بالنهار، کثیر البکاء باللیل" "یعنی دن میں بہت ہنسنے والے اور رات میں بہت رونے والے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ اس قدر مزاح فرماتے تھے کہ حالت ضحک میں لعاب دہن بہہ پڑتا پھر یہ آیت پڑھتے" انما الحیوۃ الدنیا لعب ولهو "[2]

---

[1] (مرقاۃ ج۹ص۱۷۱) [2] (محمد:۳۶)

غالب القطان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ہشام کے متعلق خیر وعافیت معلوم کی تو ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تمہیں معلوم نہیں ان کا تو گذشتہ رات انتقال ہوگیا میں نے کہا'' انا للہ وانا الیہ راجعون ''[۱]

اس پر ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ ہنسنے لگے، غالب قطان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تب مجھے معلوم ہوا کہ انہوں نے وفات سے نوم مراد لیا اور مزاح فرمایا۔[۲]

سلف صالحین کا مزاح

حضرت محمد ابن زیاد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے سلف صالحین کو دیکھا ہے کہ ان کے کئی کئی کنبے ایک ہی حویلی میں رہتے بستے تھے بارہا ایسا ہوتا کہ ان میں سے کسی ایک کے یہاں مہمان آتا اور کسی دوسرے کے یہاں چولہے پر ہانڈی چڑھی ہوتی تو مہمان والا اپنے مہمان کیلئے اپنے دوست کی ہانڈی اتار لے جاتا بعد میں ہانڈی والا اپنی ہانڈی کو ڈھونڈھتا پھرتا اور لوگوں سے پوچھتا پھرتا میری ہانڈی کون لے گیا؟ وہ میزبان دوست بتاتا کہ بھائی اپنے مہمان کیلئے ہم لے گئے تھے اس وقت ہانڈی والا کہتا خدا تمہارے لئے اس میں برکت دے، اور محمد ابن زیاد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ لوگ جب روٹی پکاتے تب بھی یہی صورت پیش آتی۔[۳]

مزاح سنت ہے

سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ'' المزاح هجنة '' یعنی مزاح بری چیز ہے تو فرمایا'' بل سنة '' سنت ہے مگر یہ کہ اس میں حسن اور اچھائی ہو اور موقع کے مناسب ہو۔[۴]

---

[۱] (سورۃ بقرہ، ۱۵۶) [۲] (شرح السنہ ج۶ ص ۵۵۰) [۳] (آداب زندگی ص ۲۴۴)
[۴] (شرح السنہ ج۶ ص ۵۵۰)

چھ چیزیں مروت ہیں

ربیعہ الرای کا مقولہ ہے مروت چھ چیزیں ہیں تین حضر میں، تین سفر میں، حضر کی تین چیزیں یہ ہیں (۱)......قرآن کریم کی تلاوت (۲)......مساجد کی تعمیر (۳)......اللہ کے لئے مہمانی کرنا، سفر کی تین چیزیں یہ ہیں (۱)......توشہ کی سخاوت (۲)......حسن خلق (۳)......اور ایسی خوش طبعی کی کثرت جس میں معصیت کا پہلو نہ ہو۔[۱]

معارف القرآن (ج۱ص۲۴۳) میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک ارشاد تھوڑے سے فرق کے ساتھ اسی طرح منقول ہے۔

مزاح کی ممانعت کی روایت اور اشکال

اب ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ بعض روایت میں مزاح کی ممانعت بھی آئی ہے چنانچہ ترمذی شریف کی ایک روایت میں ہے۔

عن ابن عباس عن النبی صلی الله علیه وسلم قال لا تمار اخاك ولا تمازحه ولا تعده موعد افتخلفه ، [۲]

ترجمہ:......حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے بھائی سے جھگڑا نہ کرو اور نہ اس سے مذاق کرو اور نہ ایسا وعدہ کرو جس کو پورا نہ کرسکو۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ وہ ظرافت و مزاح ممنوع ہے جو حد سے متجاوز ہو اور جس کی عادت ہو جائے اس لئے کہ اس کی وجہ سے قلب میں قساوت پیدا ہو جاتی ہے، اور ایسا مزاح حق تعالیٰ کی یاد سے غفلت کا باعث بن جاتا ہے اور بسا اوقات ایذاء مسلم تک پہنچا دیتا ہے، اور جو مزاح ان امور سے خالی ہو، اور اس سے مسلمانوں کی طیب خاطر یا انبساط مقصود ہو وہ مباح بلکہ مستحب و سنت ہے۔[۳]

---

[۱] شرح السنۃ ج ص ۵۵۰ [۲] (مشکوۃ ص ۴۱۷ باب المزاح) [۳] (مرقاۃ ج ۹ ص ۱۷۱)

اسی طرح ''جمع الفوائد'' کی ایک روایت میں ہے کہ:

لا یبلغ العبد صریح الایمان حتی یدع المزاح والکذب ویدع المراء وان کان محقا .

یعنی بندہ خالص ایمان کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ مذاق کرنا اور جھوٹ بولنا نہ چھوڑے اور گو برسر حق ہو مگر جھگڑا کرنا ترک نہ کرے[1]

حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں ''وہی مذاق مراد ہے جس سے دوسروں کو تکلیف ہو یا عادت ڈالنا مراد ہو''[2]

علامہ عبدالرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کے قریب لکھا ہے فرماتے ہیں:۔

'' المزاح المنهی عنه ما فیه افراط او مداومة او اذی ''[3]

یعنی ممنوع مزاح وہ ہے جس میں افراط یا مداومت یا تکلیف ہو۔

مزاح کی مذمت کے اقوال اور ان کا مطلب

الغرض مزاح میں افراط اور کثرت و دوام ممنوع ہے اور وہی مراد ہے صحابہ رضی اللہ عنہم یا تابعین کے ان اقوال سے جس میں مزاح کی مذمت آئی ہے جیسے حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے'' المزاح یذهب بالمروة '' کہ مزاح مروۃ کے زوال کا سبب ہے، اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عدی ابن ارطاۃ کو لکھا تھا کہ اپنے ہم نشینوں کو مزاق سے روکتے رہنا کیونکہ وہ مروت کو ختم کر دیتا ہے۔[4]

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ'' ظرافت بسیار ہنر ندیماں ست وعیب حکیماں'' کہ زیادہ ہنسی مذاق کرنا مصاحبوں کا ہنر ہے اور عقلمندوں کیلئے باعث عیب، فرد

تو برسر قدر خویشتن باش و وقار
بازی و ظرافت بہ ندیماں بگذار

---

۱ (کنز العمال ج ۳ ص ۶۴۲ رقم الحدیث ۸۳۱۷) ۲ (جمع الفوائد مترجم ص ۱۱۱)
۳ (فیض القدیر ج ۶ ص ۵۴۲) ۴ (شرح السنہ ج ۶ ص ۵۵۰)

تو اپنے مرتبہ اور وقار پر قائم رہ، ہنسی اور مذاق مصاحبوں کیلئے چھوڑ دے[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کثرت مزاح سے آدمی کی ہیبت کم ہو جاتی ہے آپ کا یہ بھی ارشاد ہے مزاح آدمی کو خفیف کر دیتا ہے۔

سعید بن العاص رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ شریف آدمی سے مزاح نہ کر کہ وہ تجھ سے دشمنی کرلے گا اور کمینے سے مذاق نہ کر کہ وہ تجھ پر جرات کرنے لگے گا۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں خدا سے ڈرو اور مذاق سے کوسوں دور رہو کہ وہ کینہ کا باعث ہے اور اس کا انجام برا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم کو معلوم ہے مزاح کا نام مزاح کیوں ہے لوگوں نے عرض کیا نہیں فرمایا مزاح مشتق ہے زیح سے جس کے معنی دوری کے ہے اس سے معلوم ہوا مزاح حق سے دور کرتا ہے، اور ہر شے کا ایک بیج ہے اور عداوت کا بیج مزاح ہے۔

اور بعض اکابر کا قول ہے کہ مزاح سے عقل سلب ہو جاتی ہے دوست الگ ہو جاتے ہیں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ''احیاء العلوم'' میں ان اقوال کو نقل فرما کر تحریر فرماتے ہیں۔

اب معلوم کرنا چاہئے کہ اگر شاذ و نادر کوئی ایسا شخص ہو کہ مزاح میں حق کے سوا کچھ نہ کہے کسی کو ایذا نہ دے اور نہ افراط کرے بلکہ کبھی کبھی کیا کرے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا دستور تھا تو اس طرح کے مزاح میں کچھ مضائقہ نہیں ہے[2]

مزاح اور خوش طبعی

مزاح اور خوش طبعی یا مذاق اور دل لگی ایک ایسی پر کیف اور سرور آگیں کیفیت ہے جو اللہ تعالیٰ نے قریبا ہر انسان میں ودیعت فرمائی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ یہ مادہ کسی میں کم تو کسی میں کوٹ کوٹ کر رکھا ہے، سرور و انبساط کے موقع پر انسان سے

---

[1] (گلستان، باب اول حکایت ۱۶) [2] (مذاق العارفین ج ۳ ص ۱۸۱)

بکثرت اس کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔ بلاشبہ یہ ایک عظیم نعمت خداوندی ہے۔ جو دلوں کی پژمردگی کو دور کر کے ان کو سرور و انبساط کی کیفیت سے ہم کنار کرتی ہے۔ عقل وفہم کے تعب وتکان کو زائل کر کے نشاط اور چستی سے معمور کرتی ہے۔ یہ عظیم نعمت جسمانی اضمحلال کو ختم کر کے فرحت وراحت سے آشنا کرتی ہے۔ روحانی تکدر اور آلودگی کو مٹا کر آسودگی کی نعمت سے روشناس کراتی ہے۔ بارہا دیکھا گیا کہ غم زدہ اور مصیبت کے مارے انسان کے سر سے غم واندوہ کے بادلوں کو ہٹانے اور چھٹانے کے لیے اسی نعمت سے کام لیا جاتا ہے۔

الغرض مزاح اور دل لگی انسانی فطرت کا ایک لازمی حصہ ہے، جو خود خالق ومالک نے اس میں ودیعت فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر فردِ بشر میں یہ مادہ پایا جاتا ہے۔ جو شخص اس عطائے الٰہی کو منجمد نہیں رہنے دیتا، اس کو بروئے کار لاتا ہے، وہ صحیح معنی میں فوائد کثیرہ اور منافع عظیمہ حاصل کرتا ہے چناں چہ تجربہ شاہد ہے کہ جو شخص اس ودیعت الٰہی سے استفادہ نہیں کرتا بلکہ بہ تکلف اس کو دباتا ہے۔ اپنے اوپر وقار اور سنجیدگی کا خول چڑھا لیتا ہے اور اپنے آپ کو وقار اور تمکنت کا مجسم پیکر بنا کر لوگوں کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ اسے مغرور، متکبر، بدمزاج، بدخلق، نک چڑھا جیسے القاب بے بہا سے نوازا جاتا ہے۔ اس کے لیے افادہ اور استفادہ امر محال بن جاتے ہیں، وہ چاہے کثیر وعظیم علوم کا امین ہو اور دیگر بہت سے خواص کا حامل ہو، مگر اس کے ان خواص سے اہل عالم کما حقہ استفادہ نہیں کر پاتے، اس کے برخلاف جو انسان اس نعمت خداوندی کو بروئے کار لاتا ہے، اسے منجمد نہیں رہنے دیتا، اہل دنیا اسے متواضع، منکسر المزاج، خوش اخلاق، خوش طبع، خوش مزاج جیسے القاب سے نوازتے ہیں، اپنے متعلقین ومتوسلین میں وہ بڑا ہی مقبول ومحبوب ہوتا ہے۔ دنیا میں وہ ہر دل عزیز بن کر زندگی بسر کرتا ہے، کثیر تعداد میں لوگ اس سے استفادہ کرتے ہیں، نتیجتاً اس کی صلاحیتوں اور استعداد کو جلا ملتی جاتی ہے اور اس کی قابلیتیں نکھر کر سامنے آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام، بہ ہمہ وجوہ امت کے فکر وغم میں مستغرق ہونے کے باوجود ان

میں بھی ایک فطری جذبہ ہے۔ موقع اور محل کی مناسبت سے انسان سے اس کا صدور مطلوب ہے اور محمود بھی۔ جب شریعت اسلامیہ عین فطرت انسانیہ کے موافق ہے تو اس فطری جذبے یعنی مزاح وخوش طبعی کے احکام نہ ہوں، یہ ناممکن ہے۔

مزاح کا شرعی حکم

ہماری شریعت تمام امور میں اعتدال پسند واقع ہوئی ہے، لہٰذا مزاح اور خوش طبعی میں بھی اعتدال کو ملحوظ رکھا ہے۔ چناں چہ موقع اور محل کی مناسبت سے احیاناً مزاح مباح بلکہ مستحب ہے تو اس کی کثرت اور اس پر مداومت مذموم قرار دی گئی ہے۔

علامہ نووی فرماتے ہیں:

"اعلم ان المزاح المنتهي عنه هو الذی فيه افراط و يداوم عليه، فانه يورث الضحك وقسوة القلب، ويشغل عن ذكر الله والفكر في مهمات الدين ويؤول في كثير من الاوقات الى الايذاء، ويورث الاحقاد، ويسقط المهابة، والوقار، فاما من سلم من هذه الامور فهو المباح الذی كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يفعله على الندرة، لمصلحة تطيب نفس المخاطب وموانسة، وهو سنة مستحبة"[1]

ترجمہ:...... جان لو کہ مزاح وہ ممنوع ہے جو حد سے زیادہ ہو اور اس پر مداومت کی جائے کیوں کہ یہ بہت زیادہ ہنسنے اور دل کے سخت ہونے کا باعث ہے، ذکر الٰہی سے غافل کر دیتا ہے اور اہم دینی امور میں غور وفکر سے باز رکھتا ہے۔ بسا اوقات ایذا رسانی تک پہنچا تا ہے۔ بغض وعناد پیدا کرتا ہے۔ رعب وداب ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن جو شخص ان امور سے محفوظ ہو تو اس کے لیے مباح ہے، جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھار کسی مصلحت کے پیش نظر مخاطب کو بے تکلف اور مانوس بنانے کے لیے انجام دیا اور یہ سنت مستحبہ ہے۔

---

[1] (مرقاۃ ج ۸ ص ۶۱۷)

علامہ نووی کے اس کلام سے مزاح ممنوع و مستحب اور مذموم وممدوح کی تعین ہو جاتی ہے کہ کثرتِ مزاح چوں کہ بہت زیادہ ہنسنے، قلب کے سخت اور بے حس ہونے، ذکرالٰہی سے غافل ہونے وغیرہ امور مذمومہ کا باعث ہے اس لیے وہ ممنوع ہے اور احیاناً مزاح سے یہ امورشنیعہ پیدانہیں ہوتے، اس لیے وہ سنتِ مستحبہ ہے۔ چناں چہ حضرت عبداللہ بن حارث سے مروی ہے۔

ما رأیت احداً اکثر مزاحاً من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [۱]

کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کثیرالمزاح کسی کو نہیں پایا۔ چوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرتِ مزاح کے ان مفاسد سے محفوظ تھے، لہٰذا آپ کے لیے وہ مباح تھا۔

الغرض مزاح کی کثرت اوراس پر مداومت جس کے لیے مضر نہ ہواس کے لیے سنت مستحبہ ہے اور جس کے لیے مضر ہواس کے لیے ممنوع ہے، مگر احیاناً مزاح ہر شخص کے لیے سنت مستحبہ ہے۔

پھر مزاح میں یہ امر بھی ملحوظ رہنا ضروری ہے کہ اس سے کسی کو ایذا نہ پہنچے۔ کسی کی دل شکنی نہ ہو، کیوں کہ مزاح کہتے ہیں ایسی دل لگی کو جس میں ایذاء رسانی اور دل شکنی نہ ہو۔ ''**ثم المزاح انبساط مع الغیر من غیر ایذاء فان بلغ الایذاء یکون سخریة**''. [۲]

پھر مزاح کسی کے ساتھ بغیر ایذا پہنچائے دل لگی کرنا ہے، اگر یہ ایذاء کی حد کو پہنچ جائے تو وہ سخریہ اور ٹھٹھا ہے۔ اور سخریہ اور ٹھٹھا منہی عنہ ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(**یاایھاالذین آمنوا لایسخر قوم من قوم**) [۳]

''اے ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم کا مذاق نہ اڑائے۔''

---

[۱] (مظاہر حق ج۵ ص۴۸۵) [۲] (مرقات ج۸، ص۶۱۷) [۳] (سورۂ حجرات)

لہٰذا اس چیز کا خیال رکھنا از حد ضروری ہے۔
پھر مزاح کا مبنی بر صدق وحق ہونا بھی ضروری ہے، چناں چہ ارشاد نبوی ہے:
"عن ابی هريرة قال : قالوا: يارسول الله ، انك تدا عبنا ؟
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : انی لا اقو ل الا حقا"[1]
صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ بھی ہمارے ساتھ دل لگی فرماتے ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں صرف حق بات کہتا ہوں۔
یعنی اگر میں تم لوگوں سے مزاح اور دل لگی کرتا ہوں تو وہ بھی مبنی بر حق وصدق ہوتا ہے۔ جھوٹ پر مبنی نہیں ہوا کرتا۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆

---

[1] (مشکوٰۃ ص ۴۱۶)

خوش طبعی اور تفریح شریعت مطہرہ کے آئینہ میں

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

الحمد للّٰہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ . امابعد

خوش طبعی اور مزاح، زندگی اور زندہ دلی کی علامت ہے، بشرطیکہ فحش، عریانی اور عبث گوئی سے پاک ہو، واقعاتی مزاح نفس انسانی کیلئے باعث نشاط اور موجب حیات نو اور تازگی کا سبب ہوتا ہے۔ جس سے یہ بانشاط نفس تازہ دم ہو کر زندگی کے اعلیٰ مقاصد کیلئے تیار ہو جاتا ہے۔ ساتھ تفریح نفس اور اس نشاط طبع سے جہاں خود اپنی طبیعت میں بشاشت وانبساط کے آثار نمایاں ہوتے ہیں، وہیں مخاطبوں کی عقلوں اور ذکاوتوں کو بھی دقیقہ سنجی اور نکتہ رسی کی طاقت ملتی ہے اور پھر اسی حد تک بشاش طبیعتیں باہم مربوط ہو کر بہت سے ایسے اہم اور مشکل امور کو حل کر لیتی ہیں جن سے مردہ اور پژمردہ طبیعتیں کلیۃً عاجز و درماندہ رہ جاتی ہیں۔ گویا مزاح وخوش طبعی درحقیقت افادہ اور استفادہ کا ایک موثر ترین وسیلہ ہے جس سے دو اجنبی طبیعتیں ایک دوسرے سے قریب ہو کر ایک دوسرے کے ذوق سے پوری طرح آشنا ہوتی اور فائدہ اٹھاتی ہیں۔ چنانچہ ضرورت سے زیادہ سنجیدہ اور بالفاظ دیگر مغرور یا بناوٹی وقار کے خود انسانوں کے یہاں اگر مزاح و بے تکلفی کو حقیر سمجھا گیا ہے تو اسی حد تک وہ ربط باہمی اور عام افادہ واستفادہ کی نعمت سے بھی محروم رکھے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے مزاح وخوش طبعی سے کلیۃً کنارہ کشی اختیار نہیں فرمائی جس سے حقوق نفس کی رعایت کے ساتھ مخاطبوں کے حقوق محبت کی رعایت اور ان کے استفادہ کی خاطر انہیں بے تکلف بنانے کی اعانت بھی پیش نظر تھی۔ ورنہ انبیاء علیہم السلام کا رعب وداب اور ہیبت کلیۃً حق سائلوں کو اس کی جرات ہی نہیں دلا سکتا تھا کہ وہ آگے بڑھ کر کوئی سوال یا استفادہ کر سکتے۔ مزاح کا یہ کتنا عظیم فائدہ اور اس کی تہہ میں یہ کتنی بڑی مصلحت پنہاں

تھی کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کیلئے دینی سوال واستفتاء اور کمال استفادہ واسترشاد کے دروازے اس کی بدولت کھل گئے جوان کے حق میں علوم کی فراوانی اور دین وایمان کی تقویت وترقی کا باعث ہوئے اس لئے نتیجۃ اہل اللہ اور اہل کمال کا مزاح حقوق کے ساتھ حقوق اللہ کی ادائیگی کا بھی ایک موثر ترین وسیلہ ثابت ہوتا ہے جس سے اس کی مشروعیت میں کوئی کلام نہیں کیا جاسکتا اور ساتھ ہی یہ بھی نمایاں ہوجاتا ہے کہ مزاح وخوش طبعی درحقیقت تفریح نفسانی نہیں بلکہ تہذیب روحانی، تنشیط اذہان اور تفریح عقل کا نام ہے۔ جس کے انبساط ہی پر دین کے انشراح کا مدار ہے ورنہ ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بایں شان اعلیٰ کہ:

﴿ کان دائم الفکرۃ حزینا ﴾

ترجمہ:......آپ ہمیشہ (فکر آخرت میں) فکرمند اور غمگین سے رہا کرتے تھے۔

اور بایں رعب وہیبت حق کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسے جری اور بہادر صحابہ رضی اللہ عنہم مرعوب ومغلوب ہوکر گھٹنوں کے بل گرجاتے تھے، مزاح کو بھی اختیار نہ فرماتے اگر مزاح محض تفریح نفسانی کا نام ہوتا۔ پس آپ کا اسے اختیار فرمالینا ہی اس کی کافی ضمانت ہے کہ مزاح کی جنس شرعی امور میں اپنا ایک مقام رکھتی ہے گو اس کی بعض انواع جو کذب وجہالت یا حد تمسخر تک پہنچ جائیں وہ مذموم بھی ہیں۔

اسی کے ساتھ یہ بھی پیش نظر رہے کہ اسلام دین فطرت ہے جو کسی بھی انسانی جذبہ کو مٹانے یا پامال کرنے نہیں آیا بلکہ ٹھکانے لگانے آیا ہے اس نے ان جذبات تک کو بھی یکسر فنا کرنا نہیں چاہا جو عرف عام بلکہ عقول عامہ میں معصیت سمجھے جاتے ہیں اور فی نفسہ ہیں بھی معصیت۔ جیسے جھوٹ، دھوکہ، لوٹ مار، چوری، قتل وغارت اور اتراہٹ وغیرہ۔ لیکن ان کو اس نے مٹانے کے بجائے مناسب مقام پر استعمال کرنے کی اجازت دی ہے بشرطیکہ وہ بتلائی ہوئی حدود کے اندر استعمال ہوں۔ مثلاً اصلاح ذات البین کے لئے جھوٹ۔ حربیوں کی جنگ میں دھوکہ، جہاد وقصاص میں قتل وغارت، غاصبوں کے ہاتھ سے اپنا مال نکالنے کیلئے چوری، متکبروں

اور مغروروں کے مقابل صوری اتراہٹ وغیرہ امور کو صرف جائز ہی نہیں رکھا بلکہ اعلیٰ ترین طاعت وقربت قرار دیا ہے۔ پس اگر مزاح وخوش طبعی کو انسان کا ایک طبعی جذبہ ہی مان لیا جائے۔ (جو حقیقتاً محض طبعی نہیں بلکہ وہ عقل کی تیزی، نفس کی وسعت اور حوصلہ وظرف کے علوم سے ابھرتا ہے) تب بھی اسلامی فطرت پردہ پامال کرنے کیلئے نفس انسانی میں نہیں رکھا گیا بلکہ ٹھکانے لگانے کیلئے پیدا کیا گیا ہے تاکہ اندرون حدود کسی صحیح غایت کیلئے استعمال میں آئے اور ظاہر ہے کہ اس کا صحیح محل استعمال اور مناسب غرض وغایت اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ اہل اللہ اور اہل کمال لوگوں کو اپنے وہبی رعب وداب کے دباؤ سے بچانے اور مستفیدین کو اپنے سے قریب اور بے تکلف بنانے کیلئے اسے استعمال کریں۔

نہیں، بلکہ اگر وہ خالص نفسانی جذبہ بھی ہو تو بہر حال اسلام کی فطری شریعت نے نفس کے بھی تو حقوق تسلیم کئے ہیں تاکہ وہ بطمانیت باقی رہے اور روح کی اخروی سیر کیلئے مرکب اور سواری کا کام دے۔ پس اگر فطرت اللہ دنیا کو قائم رکھتی ہے تاکہ وہ آخرت کا وسیلہ ثابت ہو۔ اور نفس کی بقاء کا سامان کرتی رہے تاکہ وہ رب العزت تک روح کو پہنچا دے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ دواعی نفس کو باقی نہ رکھے تاکہ وہ روحانی مقاصد کیلئے آلہ کار ثابت ہوں۔

(چنانچہ علاوہ روحانی اور بدنی دواعی کے خارجی امور کی رعایت کے لئے زینت لذت خوش منظری خوش لباسی اور خوش وضعی تک جائز رکھی گئی تاکہ زندگی کے گوشہ گوشہ میں وہ رضا الٰہی کی سیر کر کے ایک کامل مکمل نفس بن جائے)

پس اگر ان ہی دواعی نفس میں مزاح ومذاق اور ظرافت وخوش طبعی بھی داخل ہے تو تا بقاء نفس اس داعیہ کو بھی ضرور باقی رہنا چاہئے۔ البتہ خود نفس اور اس کے دوسرے امیال وعواطف کی طرح اس داعیہ نفس کی بھی حدود، محل استعمال اور طریق استعمال ضروری متعین ہوں کہ وہی حدود اس نفسانی جذبہ کو بھی روحانی بنا سکتی ہیں۔ نفس کے ان ہی طبعی جذبات وحقوق کی رعایت کا عام اصول لسان نبوی پر ارشاد ہوا کہ:

وان لجسدك عليك حقا وان لنفسك عليك حقا وان لعينك عليك حقا وان لا هلك عليك حقا فصم ونم وقم وافطر (الحديث. او كما قال)

تم پر تمہارے بدن کا بھی حق ہے تم پر تمہارے نفس کا بھی حق ہے تم پر تمہاری آنکھ کا بھی حق ہے تم پر تمہاری بیوی کا بھی حق ہے (یعنی غذا ولباس تفریح طبع شب خوابی اور شہوت رانی وغیرہ اندرونی حدود سب ہی تم پر لازم کی گئی ہیں) لہٰذا روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو، سوؤ بھی اور جاگو بھی۔ قیام صلوۃ بھی کرو۔ (اور راحت بھی)

چنانچہ حضرت صاحب اسوہ حسنہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مزاح کے عملی نمونے بھی اس طرح قائم کر کے دکھلا دیئے جس طرح اور عبادات وعادات کے نمونے دکھلائے اور ایسے نمونے جن میں ظرافت وخوش طبعی انتہائی مگر واقعات کے مطابق اصول شرعیہ کے اندر اور حدود کے دائرہ میں معتدل جس سے آدمی ہنسے بھی اور علم بھی حاصل کر لے۔ مزاح کی تفریح بھی ہو، اور حکمت سے مالا مال بھی ہو۔ خوش طبعی اور سنجیدگی کی آمیزش کے حکیمانہ مرقعے۔ مثلاً آپ نے ایک بڑھیا کو مخاطب کر کے فرمایا کہ:

﴿لا تدخل الجنة عجوز﴾

ترجمہ:...... جنت میں کوئی بڑھیا داخل نہ ہوگی۔

بڑھیا بیچاری بہت حیران ہوئی عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا واقعی بوڑھیاں جنت میں نہ جائیں گی؟ فرمایا ہاں بڑھیا جنت میں داخل نہ ہوگی۔ اور آپ مسکرا رہے ہیں اور وہ مستعجبانہ حیرانی میں فکر مند ہو رہی ہے۔ آخر جب اس کی حیرانی پریشانی کی حدود میں آنے لگی تو فرمایا کیا تو نے قرآن میں نہیں پڑھا۔

انا انشانهن انشاء فجعلنهن ابكارا [1]

ترجمہ:...... ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے اور ہم نے ایسا بنایا ہے کہ وہ کنواریاں ہیں۔

---

[1] (واقعہ: ۳۵، ۳۶)

یعنی جنت میں داخل ہوتے وقت وہ بوڑھیاں نہیں رہیں گی۔ بلکہ انہیں تو جوان اور باکرہ بنا دیا جائے گا (یہ اس تفسیر پر ہے کہ اس سے حوریں مراد نہ لیجائیں) دیکھئے مزاح کا مزاح ہے اور واقعات سر مو متجاوز نہیں اور نہ ہی اس میں کوئی ادنی دھوکہ یا چال ہے بلکہ خوش طبعی کے ساتھ ایک تخیل ہے کہ تا کہ فکر مند بنا کر ایک دم ہنسا دیا جائے کہ فکر کے بعد جو فرحت ہوتی ہے وہ زیادہ لذیذ ہوتی ہے۔ ساتھ ہی بڑھیا کو اور پوری امت کو اس مزاح سے ایک حکمت وعلم کا سبق دیا گیا اور وہ یہ کہ بسا اوقات آدمی اپنے کسی ذہنی منصوبہ سے (جس کا اسے شعور بھی نہیں ہوتا) آیت وروایت کے معنی غلط سمجھ لیتا ہے بڑھیا نے لا تدخل الجنة عجوز میں ایک ذہنی قید لگا رکھی تھی کہ لا تدخل الجنة عجوز فی الوقت یعنی جو اس وقت بڑھیا ہے وہ جنت میں داخل نہ ہوگی۔ حالانکہ مراد یہ تھی کہ داخلہ جنت کے وقت وہ بڑھیا نہ ہوگی۔ یعنی کوئی بھی بڑھیا بحالت پیری جنت میں داخل نہ ہوگی۔ پس اس مزاح سے حکمت کا یہ اصول ہاتھ لگا کہ نصوص شرعیہ (آیات وروایات) کی مراد سمجھنے کیلئے ذہن کو تمام خارجی قیود سے آزاد کر لینا چاہئے۔ ورنہ نص کا مفہوم کچھ کا کچھ ہو جائے گا جس سے خود اپنے لئے حیرانی اور پریشانی بڑھ جائے گی جیسا کہ بڑھیا کا حشر ہوا۔ پس ایسی مزاح اور خوش طبعی پر ہزار سنجیدگیاں نثار ہیں۔ جس سے فرحت نفس الگ ہو علم وحکمت الگ حاصل ہو اور قرب وربط باہمی الگ مستحکم ہو۔ پس یہ مزاح فی الحقیقت تعلیم حکمت کا ایک اعلیٰ ترین شعبہ ہے نہ کہ دل لگی ہے۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ رمضان میں سحری کھانے کی آخری حد یہ ہے کہ:

کلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر [1]

ترجمہ:...... کھاؤ پیو جب تک کہ سفید ڈورا سیاہ ڈورے سے صبح ہونے تک ممتاز ہو جائے۔

---

[1] (بقرہ: ۱۸۷)

تو انہوں نے ایک سفید اور ایک سیاہ ڈورا تکیہ کے نیچے رکھ لیا اور اس وقت تک کھاتے پیتے رہتے تھے جب تک کہ یہ دونوں ڈورے کھلے طور پر ایک دوسرے سے الگ نہ نظر آنے لگتے اس میں کافی چاندنا ہو جاتا مگر ان کا خورد نوش بند نہ ہوتا۔ اور وہ بزعم خود قرآن پر عمل کر رہے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ نے مزاح کے لہجہ میں فرمایا:

﴿ ان وسادتک لعریض ﴾

ترجمہ:...... تیرا تکیہ بڑا ہی لمبا چوڑا ہے (کہ اس کے نیچے سیاہ ڈورا اور سفید ڈورا یعنی لیل ونہار دونوں آ گئے)

اشارہ تھا کہ سیاہ وسفید ڈورے سے سوت کا ڈورا مراد نہیں بلکہ رات کا سیاہ خط اور صبح صادق کا سفید خط مراد ہے۔ جملہ مزاحی ہے مگر بھرپور علم وحکمت سے جو واقعہ کے مطابق ہے اور تعلیم وارشاد سے لبریز۔ ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے سواری کیلئے اونٹ دیدیجئے۔ فرمایا کہ میں تجھے اونٹنی کے بچہ پر سوار کراؤں گا۔ اس نے حیرانی کے لہجہ میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھلا اونٹنی کا بچہ میری کیا سہاری کرے گا اور میرا بوجھ کیسے سنبھالے گا؟ بس آپ تو مجھے اونٹ ہی عنایت فرما دیں یہ بچہ کا قصد چھوڑ دیں۔ جب زیادہ حیران ہونے لگا تب صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسے سمجھا خدا کے بندے اونٹ بھی تو اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔ تب وہ خوش ہو کر مطمئن ہوا۔

ایک انصاری عورت خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر تھی۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ جا جلدی سے اپنے خاوند کے پاس جا۔ اس کی آنکھوں میں سفیدی ہے۔ وہ ایک دم گھبرائی بولائی ہوئی خاوند کے پاس پہنچی اس نے کہا تجھے کس مصیبت نے گھیرا جو گھبرائی ہوئی دوڑتی آرہی ہے؟ اس نے کہا مجھے ابھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ تمہاری آنکھوں میں سفیدی ہے۔ اس نے کہا ٹھیک ہے مگر سیاہی بھی تو ہے۔ تب اسے اندازہ ہوا کہ یہ مزاح تھا اور ہنس کر خوش ہوئی اور فخر محسوس کیا کہ اللہ کے رسول مجھ سے ایسے بے تکلف ہوئے کہ میرے ساتھ مزاح فرمایا۔

مگر سبحان اللہ مزاح کیا تھا حقیقت سے لبریز تھا۔ جس میں ایک بات بھی خلاف واقعہ نہ تھی نفس میں نشاط آوری مزید برآں تھی۔

نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ کیا صحابہ رضی اللہ عنہم بھی ہنسی دل لگی کر لیتے تھے؟ فرمایا ہاں در حالیکہ ایمان ان کے قلوب میں جمے ہوئے پہاڑ کی طرح جڑ پکڑے ہوئے ہوتا تھا۔ یعنی اس ہنسی میں بھی خلاف واقعہ یا خلاف دیانت کوئی بات نہ ہوتی تھی۔ روایات میں ہے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم آپس میں باتیں کرتے اشعار بھی ہوتے خوش طبعی بھی ہوتی لیکن جوں ہی ذکر اللہ درمیان میں آجاتا تو ان کی نگاہیں ایک دم بدل جاتیں اور یوں محسوس ہوتا کہ گویا آپس میں ان کو کوئی جان پہچان ہی نہیں۔

بہر حال جہاں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا جوہر فکر آخرت، گریہ و بکا اور خوف و خشیت تھا وہیں حق نفس ادا کرنے کیلئے جائز و خوش طبعی اور علمی مزاح بھی ان کا جوہر نفس تھا۔ ایک مرتبہ صدیق اکبر، فاروق اعظم اور علی مرتضی رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کے گلے میں ہاتھ ڈالے ہوئے اس طرح چلے جا رہے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیچ میں تھے اور دونوں حضرات دونوں طرف۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مزاحاً فرمایا:

﴿علی بیننا کالنون فی لنا﴾

ترجمہ:......علی ہم دونوں کے درمیان ایسے ہیں جیسے لنا کے درمیان نون (کہ ایک طرف لام اور ایک طرف الف اور بیچ میں نون)

اس کلمہ کے الفاظ کی نشست سے اشارہ تھا اتحاد باہمی کی طرف کہ جیسے لنا میں تینوں حرف باہم جڑے ہوئے ہیں ایسے ہی ہم بھی باہم جڑ کر ایک ہیں اور معناً اشارہ تھا اس طرف کہ جب ہم باہم متحد ہیں تو سب کچھ ہمارے ہی لئے ہے کیونکہ لنا کے معنی ہیں (ہمارے لئے)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے برجستہ جواب دیا جو مزاح و خوش طبعی کی جان ہے کہ:

﴿لولا کنت بینکما لکنتما لا﴾

ترجمہ:......اگر میں تمہارے درمیان نہ ہوتا تو تم لا ہو جاتے (یعنی منفی ہو جاتے) اور کچھ بھی نہ رہتے کیونکہ لنا کا نون نکل جانے کے بعد لا رہ جاتا ہے جس کے معنی ہیں ''نہیں''، یعنی تم میرے بغیر کچھ نہیں۔ کتنا پاکیزہ مزاح تھا جو علم وحکمت، مناسبات نفلی ومعنوی اور صنائع کلام سے لبریز ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لڑکی سے مذاق میں فرمایا کہ مجھے تو خالق خیر نے پیدا کیا ہے اور تجھے خالق شر نے۔ وہ بیچاری رو پڑی اور بھول پن سے یوں سمجھی کہ جب خالق شر نے مجھے بنایا ہے تو بس شر محض ہوں اور مجھ میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسی کوئی خیر نہیں ہو سکتی کیونکہ مجھے خالق خیر نے پیدا ہی نہیں کیا اور یا مجھے گویا خدا نے نہیں پیدا کیا۔ نہ معلوم میں کس مخزن شر سے آپڑی ہوں۔ اس کا گریہ وتحیر دیکھ کر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ارے اس میں کیا مضائقہ ہے خیر ہو یا شر دونوں کا خالق اللہ ہی تو ہے۔ تب وہ مطمئن ہو کر کھل کھلا پڑی اور سمجھی کہ میں بھی اللہ ہی کی ہوں اور اس کے خالق شر ہونے سے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ شر میں ہی ہوں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین، تبع تابعین پھر علماء ربانیین عارفین اور حکماء واتقیاء متقدمین ہوں یا متاخرین ماضی کے اہل کمال ہوں یا حال کے سب ہی باوجود اعلیٰ ترین خوف وخشیت، تقویٰ وتقدس اور متانت وسنجیدگی کے زندہ دل خوش طبع لطیفہ گو بذلہ سنج اور ہنس مکھ رہے ہیں اور کبھی بھی ان حضرات نے ترشروئی تلخ کلامی اور خشکی کو پسند نہیں کیا۔ البتہ اس کے حدود کی رعایت کی، اور کبھی اپنے مزاح کو عامیانہ دل لگی سوقیانہ مذاق یا معاذ اللہ تمسخر نہیں بنایا۔ جس کی شریعت نے ممانعت کی ہے۔ کیونکہ اس سوقیانہ تمسخر اور مسخرہ پن کے مذاق کے بارہ میں حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ارشاد ہے کہ:

﴿المزاح استدراج من الشیطان﴾

ترجمہ:......مزاح دل لگی شیطان کی طرف سے ایک ڈھیل ہے۔ (جس سے وہ رفتہ رفتہ اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔)

ان ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محروسہ خلافت میں فرمان بھیجا تھا کہ لوگوں کو مذاق دل لگی سے روکا جائے۔ اس لئے کہ اس سے مروت جاتی رہتی ہے اور انجام کار غیظ و کینہ پیدا ہو جاتا ہے۔ جو نزاع باہمی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

اس سے واضح ہے کہ مزاح ایک جنس ہے جس کی ایک نوع مذموم ہے اور ایک ممدوح و مطلوب۔ ایک نزاع آور ایک محبت آور۔ اس لئے جس مزاح کو علی الاطلاق مذموم نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ یوں سمجھنا چاہئے کہ مطلق مزاح ایک جذبہ ہے جس کا منشاء ربط باہمی اور مابینی تقارب ہے مگر کم عقل اور بیہودہ لوگ اسے اپنے جاہلانہ رنگ سے مضر اور بعد و بیگانگی کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔

بہر حال اس جذبہ ظرافت اور جوہر خوش طبعی کو طبعی جذبہ کہا جائے یا نفسانی داعیہ۔ عقلی ابھار کہا جائے یا ذکاوت و تیزی طبع کا جوہر، ہر صورت میں وہ ایک شرعی مقام رکھتا ہے جس سے انبیاء اللہ سے لے کر اقطاب و اغواث اور علماء و عرفاء سب ہی گذرے ہیں۔ اس لئے اس کے آثار و لطائف کا مذاکرہ اور اس کی لطف آمیز حکایات کی نقل و روایت نہ منافی علم و حکمت ہے نہ مناقض دین و دیانت، بلکہ وہ ربط باہمی، قرب مابینی، آپس داری اور افادہ و استفادہ کی استعداد کا ایک بہترین اور موثر ذریعہ ہے۔

اس لئے علماء محققین نے نہ صرف مزاح کا موقع بموقع استعمال ہی نہیں کیا ہے بلکہ اس کے آثار و طریق کو باقی رکھ کر آئندہ نسلوں تک ان کے پہنچانے کی بھی سعی کی ہے اور اس سلسلہ میں ذکاوت و ذہانت حاضر جوابی اور مزاح و لطائف وغیرہ پر کتابیں بھی لکھی گئیں اور مواعظ و ادب کی کتابوں میں اس پر ابواب و فصول بھی باندھے گئے جیسے عقد الفرید، المستطرف اور مختلف کشکول وغیرہ اس کے شاہد عدل ہیں۔ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مستقل کتاب ہی بنام کتاب الاذکیاء اسی موضوع پر تحریر فرمائی ہے جس میں ذکاوت اور ذہانت کے مختلف الانواع نمونے پیش فرمائے ہیں اور انبیاء علیہم السلام سے لے کر اولیاء، عرفاء، علماء صلحاء، ادباء شعراء، روساء، ارباب صنعت و حرفت قضاۃ و والیان ملک عوام حتی کہ بد وضع طبقات تک کے مزاح و خوش طبعی اور ذکاوت

کے مقالات اور معاملات کے نمونے ابواب و فصول پر منقسم کر کے یکجا کر دیئے ہیں۔ جس سے مختلف اہل کمال کی رسا عقلوں، ذہانتوں، طباعیوں اور زندہ دلی کے جوہر نمایاں ہوتے ہیں اور عقلوں کو مختلف معنوی راہوں میں گھومنے پھرنے کی راہیں ملتی ہیں۔ یہ کتاب فی الحقیقت تاریخ بھی ہے، مردہ دلوں اور پژمردہ طبیعتوں کیلئے روح افزا نسخہ طب بھی ہے۔ اور وہ کند عقلوں کی غباوۃ دور کرنے کیلئے ایک اکسیر علاج بھی ہے۔ جس سے مردہ عقل میں تیزی اور امنگ پیدا ہو جاتی ہے۔ آدمی ہنستا بھی ہے اور عبرت بھی پکڑتا ہے پابند منفرح بھی ہوتا ہے اور سوچتا بھی ہے اور اس طرح ایک زندہ طبیعت لے کر اعلیٰ مقاصد کیلئے دوڑتا بھی ہے۔ پس ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاذکیاء لکھ کر دل لگی نہیں کی بلکہ دل کی لگی کا سامان کیا ہے۔ انہوں نے مزاحی حکایات لکھ کر کسی بدعت کا ارتکاب نہیں کیا بلکہ سنن صالحین کو یکجا کیا اور اسوۂ حسنہ کی ضروری تفصیلات جمع کی ہیں جو بدعت نہیں تقویت سنت ہے۔[1]

☆......☆......☆......☆......☆......☆

[1] (انتہی مضمون حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ)

دوسرا باب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاح

یعنی

خوش طبعی اور دل لگی

کے

پُرلُطف وایمان افروز واقعات

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شگفتہ مزاجی

رحمت عالم فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس بشریت اور عبدیت کی معراج اور انسانیت وعبدیت کا منتہائے کمال ہے لاریب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تمام کمالات وصفات کی جامع ہے۔ع

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

غالب نے کیا خوب کہا ہے

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم

کان ذات پاک مرتبہ دانِ محمد است

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے جس پہلو پر بھی نظر ڈالیں وہ مطلع انوار معلوم ہوگا۔ ایسا ہی ایک پہلو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شگفتہ مزاجی کا ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم متانت اور وقار کے پیکر عظیم تھے۔ بلا ضرورت کبھی گفتگو نہ فرماتے تھے۔ دربار نبوت میں حاضرین اس طرح خاموش سر جھکا کر بیٹھتے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ کانما علی روسھم الطیر۔

ہر شخص کو ادب واحترام ملحوظ خاطر رہتا اور ہر وقت ہدایت وارشاد، اخلاق ودین، تصفیہ قلب اور تزکیہ نفس کی باتیں ہوتی تھیں تاہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی متانت اور وقار میں خشکی اور افسردگی نہ تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت خندہ روئی سے گفتگو فرماتے تھے اور بعض اوقات اپنی شگفتہ مزاجی سے مجلس کو باغ وبہار بنا دیتے تھے اور روتوں کو ہنسا دیتے تھے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام اور جاں نثار بھی آپ کے سامنے لطف طبع کا مظاہرہ کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر تبسم یا خنداں ہو جاتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش طبعی اور شگفتہ مزاجی کے متعدد واقعات کتب سیر میں مذکور ہیں جو کہ ہم آگے نقل کر رہے ہیں۔

مزاحِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ خوش طبعی، دل لگی اور مزاح بھی فرماتے اور اس کا خصوصی اہتمام فرماتے۔ تاکہ آپس میں تعلقات میں ہمیشہ خوشگواری رہے، میل ملاپ، محبت ومروت میں اضافہ ہو، باہم بے تکلفی کی کیفیت کی وجہ سے صحابہ آپ سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرسکیں، ورنہ آپ کے فطرتی رُعب اور ہیبت ووقار کی وجہ سے آپ کی خدمت میں کوئی بات ہی نہ کرسکتا۔

اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبسم ومزاح کے ذریعے اپنے صحابہ پر شفقت نہ فرماتے تو حاضرین کا پاس رہنا دشوار ہوجاتا۔ شیخ ابراہیم بیجوری رقمطراز ہیں۔

انما کان صلی الله علیه وسلم یمزح لانه کانت له المهابة العظمیٰ فلو لا بمازح الناس لماطاقوا لاجتماع له و التلقی عنه۔[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے بھی مزاح فرماتے کہ آپ کی قدرتی ہیبت بہت تھی اگر آپ مزاح نہ فرماتے تو لوگوں کا آپ سے میل جول اور ملاقات مشکل ہوجاتی۔

(۱) حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

مارأیت رجلاً اکثر مزاحاًمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم[2]

میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر دل لگی کرنے والا نہیں دیکھا۔

(۲) حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شانِ اقدس کو یوں بیان کرتے ہیں۔

کانت بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم دعابة.[3]

---

[1] (المواهب اللدنیه علی الشمائل المحمدیه، ۲، ۱۷۲) [2] (الوفاء، ۲، ۴۴۵)
[3] (اخلاق النبی، ۷۹)

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مزاح بھی فرماتے تھے۔

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک آدمی نے پوچھا:

اکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یمزح؟

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مزاح فرماتے تو؟

انہوں نے فرمایا:۔

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یمزح.[1]

ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مزاح فرماتے تھے۔

کیا تمہیں علم نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مزاح فرمایا کرتے؟

حضرت عبید بن عمیر سے مروی ہے ہم ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں مدینہ طیبہ کے بخار اور اس کے مقام کی طرف (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے) منتقل ہونے کا تذکرہ کرتے ہوئے آپس میں دل لگی کر رہے تھے اس کے بعد حضرت بریدہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی اتنے میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے، جب ہم نے انہیں دیکھا تو وہ فرمانے لگے۔

وعنامن بالطلکما. ہمیں اس باطل گفتگو سے محفوظ رکھو۔

اس پر ام المؤمنین نے فرمایا سبحان اللہ الم تسمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انی لا مزاح کیا آپ نے یہ نہیں سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں دل لگی کرتا ہوں۔[2]

سچے مزاح والے پر گرفت نہیں

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مزاح فرماتے اور ارشاد فرماتے:۔

---

[1] (اخلاق النبی وآدابہ، ۷۸) [2] (ایضاً، ۷۸)

ان الله لایؤاخذ المزاح الصادق فی مزاحه.[1]

اللہ تعالیٰ سچا مزاح کرنے والے پر گرفت نہیں فرماتا۔

ہر اونٹ کسی اُونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے

یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ مزاحی واقعات نقل کیے جاتے ہیں، تاکہ عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مزاح کا سنت طریقہ معلوم ہوجائے اور متبعین سنت کے لیے یہ فطری جذبہ بھی دیگر متعدد فطری جذبات کی طرح عبادت بن جائے۔

"عن انس رضی الله تعالیٰ عنه ان رجلاً استحمل رسول الله صلی الله علیه وسلم، فقال: انی حاملك علی ولد ناقة. فقال: ما اصنع بولد الناقة؟ فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: وهل تلد الابل الا النوق".[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے رسول ﷺ سے سواری طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں سواری کے لیے اونٹنی کا بچہ دوں گا تو سائل نے عرض کیا کہ میں اونٹنی کے بچے کا کیا کروں گا؟ تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اونٹنی اونٹ کے علاوہ بھی کسی کو جنتی ہے؟

ملاحظہ فرمایئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں سائل سے مزاح بھی فرمایا اور اس میں حق اور سچائی کی رعایت بھی فرمائی، سواری طلب کرنے پر آپ نے جب اونٹنی کا بچہ مرحمت فرمانے کا وعدہ فرمایا تو سائل کو تعجب ہوا کہ مجھے سواری کی ضرورت ہے اور اونٹنی کا بچہ اس قابل نہیں ہوتا کہ اس پر سواری کی جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے تعجب کو دور کرتے ہوئے اور اپنے مزاح کا انکشاف کرتے ہوئے فرمایا کہ بھائی! میں تجھے سواری کے قابل اونٹ ہی دے رہا ہوں، مگر وہ بھی تو اونٹنی ہی کا بچہ ہے۔

---

[1] (الوفا، ۲: ۴۴۶) [2] (مشکوٰۃ ص: ۴۱۶)

اے دو(۲) کان والے

"عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ: یا ذا الاذنین "[1]

حضرت انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اے دوکان والے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت انس سے "اے دوکان والے" کہنا بھی ظرافت اور خوش طبعی کے طور پر تھا۔اور ظرافت کا یہ انداز تو ہمارے عرف میں رائج ہے، مثلاً کبھی اپنے بے تکلف دوست سے یا ذہین طالب علم سے ناراضگی کا اظہار اس انداز میں کیا جاتا ہے کہ ایک چپت رسید کروں گا تو تمہارا سر دو کانوں کے درمیان ہو جائے گا۔حالاں کہ وہ پہلے سے وہیں پر ہوتا ہے۔

کوئی بوڑھی عورت جنت میں نہیں جاسکتی

"عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا مراۃ عجوز انہ لا تدخل الجنۃ عجوز فقالت : ما لهن ؟ و كانت تقرء القرآن فقال لها: ما تقرئين القرآن انا انشأنا هن انشاء فجعلنهن ابكارا "[2]

حضرت انس حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ایک بوڑھی عورت سے فرمایا کہ بڑھیا جنت میں داخل نہیں ہوگی۔وہ عورت قرآن پڑھی ہوئی تھی اس نے عرض کیا بوڑھی کے لیے کیا چیز دخول جنت سے مانع ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم نے قرآن میں نہیں پڑھا ہم جنتی عورتوں کو پیدا کریں گے، پس ہم ان کو کنواریاں بنادیں گے؟

ایک اور روایت میں یہ واقعہ مزید تفصیل کے ساتھ وارد ہوا ہے کہ اس صحابیہ

---

[1] (مشکوۃ ص:۴۱۶) [2] (مشکوۃ ص:۴۱۶)

عورت نے، جو بوڑھی تھیں، آپ سے دخولِ جنت کی دعا کی درخواست کی تو اس پر آپ نے مزاحاً فرمایا کہ بڑھیا تو جنت میں داخل نہیں ہوگی، یہ سن کو بڑھیا کو بڑا رنج ہوا اور روتے ہوئے واپس چلی گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جا کر اس عورت کو کہہ دو کہ عورتیں بڑھاپے کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہوں گی، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (انا انشأناھن انشاء فجعلنھن ابکارا)[1]

حضور ﷺ کا مزاح اس واقعہ میں بھی مبنی برحق تھا، مگر آپ نے ایک سچی بات کو مزاحیہ انداز میں بیان کر کے امت کو یہ تعلیم دی کہ کبھی کبھار مذاق اور دل لگی بھی کر لینی چاہیئے۔

اللہ کے ہاں تو نہایت قیمتی ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مزاحی واقعہ پر تو مر مٹنے کو جی چاہتا ہے اور بے اختیار دل سے نکلتا ہے کہ کاش حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق بننے والے اس صحابی کی جگہ یہ ناپاک ہوتا۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ ایک بدوی صحابی زاہر بن حرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کچھ دیہاتی اشیاء بطور ہدیہ لایا کرتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی واپسی پر اسے کچھ شہری اشیاء ہدیۃً عنایت فرماتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم مزاحاً فرمایا کرتے تھے زاہر ہمارا باہر کا گماشتہ ہے اور ہم اس کے شہر کے گماشتہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زاہر سے بڑی محبت فرماتے تھے، ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم بازار تشریف لے گئے تو زاہر کو اپنا سامان بیچتے ہوئے پایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پیچھے سے اپنے ساتھ اس طرح چمٹا لیا کہ اپنے دونوں ہاتھ اس کے بغلوں کے نیچے سے لے جا کر اس کی آنکھوں پر رکھ دیے، تاکہ وہ پہچان نہ پائے (یہ افتاد دیکھ کر) زاہر نے کہا کہ کون ہے چھوڑ مجھے؟! (پھر اس نے کوشش کر کے) مڑ کر دیکھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا (اور پہچانتے ہی) اپنی پیٹھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] الواقعہ: ۳۵، ۳۶

کے سینۂ مبارک سے مزید چمٹانے لگا اور ادھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ صدا بلند کرنے لگے کہ ارے! کوئی اس غلام کا خریدار ہے؟ اس پر زاہر نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! بخدا! آپ مجھے کھوٹا سکہ پائیں گے، اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کھوٹا سکہ نہیں ہے۔[1]

حضرت ملا علی قاری یوں منظر کشی فرماتے ہیں:۔

حاصله انه جاء من ورائه وادخل يديه تحت ابطي زاهر فاعتقه واخذ عينيه بيديه كيلا يعرفه .[2]

آپ پیچھے سے تشریف لائے اور زاہر کی بغلوں کے نیچے سے ہاتھ ڈال کر گلے سے لگالیا اور ان کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیا تا کہ وہ جان نہ سکیں۔

حضرت ملا علی قاری اس حسین اور محبوبانہ ادا پر وجد وسرور میں آ کر لکھتے ہیں:

والمعنىٰ فطفق لايقصر في لزق ظهره بصدر مصدر الفيوض الصادرة في الكائنات الوارد على الموجودات من هو رحمت للعالمين تبركاً وتلذذاً به وتدللاً على محبوبه والظاهر انه كان حينئذ ممسوكا بيديه صلى الله عليه وسلم والا كان مقتضىٰ الادب ان يقع على رجليه ويقبلها بمقلتيه ويتبرك بغبار قدميه ويجعله كحل عينيه.[3]

انہوں نے بطور تبرک، تلذذ اور اپنے محبوب پر فدا ہوتے ہوئے اپنی پشت اس سینہ اقدس کے ساتھ ملنا شروع کی جو کائنات میں معرضِ وجود میں آنے والے اور موجودات پر نازل ہونے والے تمام فیوض کا سرچشمہ ومرکز ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام کائنات کے لئے رحمت ہیں۔ اس موقعہ پر انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں میں لیا ہوا تھا ورنہ قدموں میں گر جاتے، آنکھوں پر اٹھاتے، قدمین کے غبار کو متبرک سمجھتے ہوئے آنکھوں کا سرمہ بناتے۔

---

[1] (مشکوٰۃ ص: ۴۱۶) [2] (جمع الوسائل فی شرح الشمائل، ۳۰۲) [3] (ایضاً، ۳۰۲)

سبحان اللہ دو جہانوں کے سردار، اللہ کے محبوب ہونے کے باوجود آپ کی یہ سادگی؟
اور ذرا سوچیے اس طرح کے بے تکلفانہ رویہ پر حضرت زاہر کا دل بلیوں نہ اچھلنے لگا ہوگا؟
سیروں خون نہ بڑھ گیا ہوگا؟

پُورے پُورے داخل ہو جاؤ

" عن عوف بن مالك الا شجعي قال : اتيت رسو ل الله صلى الله عليه وسلم في غز و ة تبو ك ، وهو في قبة من ادم فسلمت فر د علي ، و قال :اد خل فقلت أ كلي يارسو ل الله ؟ قا ل : كلك فد خلت " [1]

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ غزوہ تبوک کے دوران میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم چمڑے کے خیمہ میں تشریف فرما تھے، میں نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے جواب دیا اور فرمایا کہ اندر آ جاؤ! میں نے (مزاح کے طور پر) عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا میں پورا اندر داخل ہو جاؤں؟ تو آپ نے فرمایا پورے داخل ہو جاؤ، چنانچہ میں داخل ہو گیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے اس قدر بے تکلف تھے کہ صحابہ آپ سے مزاح بھی کر لیا کرتے تھے۔

ایک انصاری صحابیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھیں، آپ ﷺ نے اس سے فرمایا جا جلدی سے اپنے خاوند کے پاس، اس کی آنکھوں میں سفیدی ہے۔ وہ ایک دم گھبرا کر خاوند کے پاس پہنچی تو خاوند نے پوچھا کیا مصیبت ہے؟ اس طرح گھبرا کر دوڑی کیوں چلی آئی ہے؟ اس نے کہا کہ مجھے میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ تمہاری آنکھوں میں سفیدی ہے۔ اس نے کہا ٹھیک ہے، مگر سیاہی بھی تو ہے۔

---

[1] (مشکوٰۃ ص: ۴۱۷)

تب اسے اندازہ ہوا کہ یہ مزاح تھا اور ہنس کر خوش ہوئی اور فخر محسوس کیا کہ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے اس قدر بے تکلف ہوئے کہ میرے ساتھ مزاح فرمایا۔ [1]

اس کے علاوہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاح کے بہت سے واقعات کتب احادیث میں موجود ہیں، جو مزاح کے سنت مستحبہ ہونے پر دال ہیں۔ لیکن یہ تمام واقعات اس بات پر شاہد ہیں کہ مزاح مبنی بر صدق ہونا چاہیے اور اس میں ایذا رسانی اور دل شکنی کا پہلو نہ ہونا چاہیے، بلکہ مخاطب کی دل جوئی اور نشاط آوری مقصود ہونی چاہیے۔

یہ اس سابقہ دوڑ کا بدلہ ہے

مسند احمد میں سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھی اور اس وقت میں جواں تھی۔ آپ نے لوگوں سے فرمایا، تم آگے بڑھ جاؤ۔ جب وہ کافی دور چلے گئے تو آپ نے فرمایا آؤ دوڑ لگاتے ہیں اور دیکھتے ہیں کون آگے بڑھتا ہے؟ جب میں بھی جواں نہ رہی تو پھر آپ نے ایک سفر میں ایسا ہی کیا، اس میں آپ مجھ سے آگے گذر گئے۔

فجعل یضحك ویقول هذه بتلك. [2]

آپ نے مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا، یہ اُس سابقہ دوڑ کا بدلہ ہے۔

عائشہ تو مجھ سے پہلے فوت ہو جائے تو

ام المؤمنین ہی بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت البقیع میں کسی میت کی تدفین کے بعد میرے ہاں تشریف لائے، اس وقت میرا سر درد کر رہا تھا میں نے سر درد کے بارے میں عرض کیا تو فرمایا:۔

---

[1] (لطائف علمیہ ص: ۱۰) [2] (حیاۃ الصحابہ ۲،۲،۵۷۲)

بل انا عائشه وا رأ ساه . بلکہ عائشہ میرا سر درد کر رہا ہے۔
اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دل لگی کرتے ہوئے فرمایا عائشہ!
وما ضرك لو مت قبلي فغسلتك و كفنتك و صليت
عليك و د فنتك
اس میں تیرا کیا نقصان ہے اگر تو مجھ سے پہلے فوت ہو جائے تو میں خود تجھے غسل دوں کفن پہناؤں، نماز جنازہ پڑھوا ور تجھے دفن کروں۔
میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) آپ یہی چاہتے ہیں کہ میں مرجاؤں۔
لـرجعت الى بيتي فعرست فيه ببعض نسا ئك فتبسم رسول الله
الله صلى الله عليه وسلم.[1]
اور آپ کسی دوسری بیوی کو میرے حجرہ میں آباد کریں، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوب مسکرائے۔

نئی دلہن کی طرح چلو

ایک آدمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی مذاق کیا کرتے تھے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں، اس آدمی نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق کیسا ہوتا تھا؟ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق کا یہ قصہ سنایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک زوجہ محترمہ کو کھلا کپڑا پہننے کو دیا اور فرمایا اسے پہن لو اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو، اور نئی دلہن کی طرح اس کا دامن گھسیٹ کر چلو۔[2]

اے بنت حیی ٹھہر جا

حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اچھے اخلاق والا کوئی نہیں دیکھا (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اخلاق کا

[1] (مشکوٰۃ المصابیح، باب وفات النبی) [2] (حیاۃ الصحابہ، ص ۵۷۹ ج ۲)

قصہ تم کو سناتی ہوں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر سے واپسی پر مجھے اپنی اونٹنی کے پیچھے بٹھا رکھا تھا رات کا وقت تھا میں اونگھنے لگی تو میرا سر کجاوے کی پچھلی لکڑی کے ساتھ ٹکرانے لگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے مجھے ہلا کر فرمایا ''اری ٹھہر جا اے بنت حیی ٹھہر جا'' (یہ کوئی سونے کا وقت ہے) جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم صہباء مقام پر پہنچے تو فرمایا اے صفیہ مجھے تمہاری قوم (یہود خیبر) کے ساتھ جو کچھ کرنا پڑا میں اس کی تم سے معذرت چاہتا ہوں اصل میں انہوں نے میرے بارے میں یہ کہا تھا (حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان یہودیوں کی بری حرکتوں اور اسلام کے خلاف سازشوں کا ذکر کرتے رہے)۔[1]

کانچ کے شیشے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ سفر میں چل رہے تھے ایک حدی خواں (حدی ان اشعار کو کہا جاتا ہے جنہیں پڑھنے سے اونٹ اور تیز چلتے ہیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات کے اونٹوں کو حدی پڑھ کر آگے سے چلا رہا تھا اور یہ ازواج مطہرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے آگے جا رہی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدی خواں کو فرمایا اے انجشہ تیرا بھلا ہو ان کانچ کی شیشیوں کے ساتھ نرمی کرو اونٹ کو زیادہ تیز نہ چلاؤ۔[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعض (بیویوں) کے پاس آئے ان ازواج مطہرات کے ساتھ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا بھی تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انجشہ! ان شیشیوں کو آہستہ لے کر چلو (اونٹ زیادہ حدی سن کر مستی میں آگئے تو یہ عورتیں گر جائیں گی یا حدی کے ان اشعار سے ان کے دل چکنا چور ہو جائیں) حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی بات ارشاد فرمائی ہے اگر تم میں سے کوئی یہ بات کہتا تو

---

1 (حیاۃ الصحابہ، ص ۵۳۶ ج ۲) 2 (ایضاً ص ۵۷۳ ج ۲)

تم اسے عیب کی بات سمجھتے اور وہ بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان شیشیوں کو آہستہ لے کر چلو۔[1]

سب سے زیادہ خوش طبع اور ہنس مکھ والے

حضرت انس رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں کی بہ نسبت اپنی بیویوں کے ساتھ زیادہ خوش طبع اور ہنس مکھ تھے۔[2]

قبیلہ بنو سراہ کے ایک آدمی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ آپ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں بتائیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا تم قران کی یہ آیت **وانک لعلی خلق عظیم**۔ نہیں پڑھتے ہو (لو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کا قصہ سنو) ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانا تیار کر رہی تھی اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بھی تیار کر رہی تھیں لیکن انہوں نے مجھ سے پہلے کھانا تیار کر لیا (اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا مجھے پتہ چلا کہ وہ کھانا بھیج رہی ہے تو) میں نے باندی سے کہا جا اور حفصہ رضی اللہ عنہا کا پیالہ الٹ دے چنانچہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھانا رکھنے لگیں تو باندی نے پیالہ الٹ دیا جس سے کھانا ادھر ادھر بکھر گیا (اور پیالہ ٹوٹ گیا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالے کے ٹکڑے جمع کئے اور جو کھانا زمین پر بکھر گیا تھا اسے بھی جمع کیا اور اس کھانے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے نوش فرمایا پھر میں نے اپنا پیالہ بھیجا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سارا پیالہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیا اور فرمایا اپنے برتن کی جگہ یہ برتن لے لو اور اس میں جو کھانا ہے وہ کھا لو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر اس واقعہ سے کچھ بھی ناگواری کا اثر نہیں دیکھا۔[3]

---

[1] (حیاۃ الصحابہ ص ۵۷۳ ج ۲) [2] (احیاء العلوم الدین ص ۱۲۹ ج ۳) [3] (حیاۃ الصحابہ ص ۵۳۶ ج ۲)

حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ کوایک صاحب نے بتایا کہ انہوں نے خود سنا کہ حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور مذاق کہہ رہے تھے "اللہ کی قسم جونہی میں نے آپ سے جنگ کرنی چھوڑی تمام عرب نے چھوڑ دی ورنہ آپ کی وجہ سے سینگ والا اور بے سینگ ایک دوسرے سے ٹکرار ہے تھے"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر مسکراتے رہے اور آپ نے فرمایا "اے ابو حنظلہ تم بھی ایسی باتیں کرتے ہو۔[1]

یہ خاندان ہمارے مذاق کا حصّہ ہے

حضرت ابوملیکہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی مذاق کی بات کی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس قبیلہ کے بعض مذاق کی باتیں قبیلہ کنانہ سے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ یہ خاندان ہمارے مذاق کا ایک حصہ ہے۔[2]

محلّہ کی لڑکیوں کے ساتھ کھیلنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں میرے لئے ایک حواجب (کمرہ یا چھوٹی جگہ) تھی میں اس میں محلے کی لڑکیوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سن کر لڑکیاں ادھر ادھر چھپ گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بازو سے پکڑ کر میرے ساتھ کھیلنے میں لگادیا۔[3]

زُبان کو دیکھ کر خوش ہوتے رہے

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

[1] (حیاۃ الصحابہ ص ۵۷۴ ج ۲) [2] (ایضاً ص ۵۷۳ ج ۲) [3] (مشکوۃ ص ۲۸۰)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو گود میں لئے ان کے سامنے اپنی زبان نکال رہے تھے اور وہ زبان مبارک کو دیکھ کر خوش ہو رہے تھے عیینہ بن بدر فزاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اللہ کی قسم میرا لڑکا جوان ہوا اس کی ڈاڑھی نکل آئی میں نے انہیں کبھی پیار نہیں کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "من لایرحم لایرحم "یعنی جس نے رحم نہیں کیا اس سے رحم نہیں کیا جائے گا۔[1]

دندان مبارک ظاہر ہو گئے

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اس شخص کو خوب جانتا ہوں جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا اور اس سے بھی واقف ہوں جو سب سے آخر میں جہنم سے نکالا جائے گا۔ قیامت کے دن ایک آدمی دربار الٰہی میں حاضر کیا جائے گا۔ اس کے لئے یہ حکم ہوگا کہ اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ پیش کئے جائیں اور بڑے بڑے گناہ مخفی رکھے جائیں جب اس پر چھوٹے گناہ پیش کئے جائیں گے کہ تو نے فلاں دن فلاں فلاں گناہ کئے ہیں تو وہ اقرار کرے گا اس لئے کہ انکار کی گنجائش نہیں ہوگی، اور وہ اپنے بڑے گناہوں سے ڈر رہا ہوگا پھر یہ حکم ہوگا کہ اس کو ہر گناہ کے بدلے میں ایک نیکی دو تو وہ شخص یہ حکم سنتے ہی خود بول اٹھے گا کہ میرے تو ابھی بہت گناہ باقی ہیں جو یہاں نظر نہیں آتے، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی یہ بات نقل فرما کر اتنے زور سے ہنسے کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔[2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ میں اس شخص کو جانتا ہوں جو سب سے آخر میں آگ سے نکلے گا وہ ایک ایسا آدمی ہوگا جو کہ زمین پر گھسٹتا ہوا جہنم سے نکلے گا (جہنم کے عذاب کی شدت سے سیدھا نہ چل سکے گا) اس کو حکم ہوگا کہ جا جنت میں داخل ہو جا وہ وہاں جا کر دیکھے گا کہ

---

[1] (احیاء العلوم ص ۱۳۰ ج ۳) [2] (شمائل ترمذی باب الضحک)

لوگوں نے تمام جگہوں پر قبضہ کر رکھا ہے سب جگہیں پر ہو چکیں ہیں، چنانچہ وہ واپس آکر عرض کرے گا اے میرے رب لوگ تو ساری جگہیں لے چکے ہیں (میرے لئے تو اب کوئی جگہ باقی نہیں رہی) وہاں سے ارشاد ہوگا کہ (دنیا کا) وہ زمانہ بھی تمہیں یاد ہے جس میں تم تھے وہ کہے گا خوب یاد ہے ارشاد ہوگا اچھا کچھ تمنائیں کرو (یعنی اللہ تعالیٰ سے مانگو) چنانچہ وہ خوب تمناؤں کا اظہار کرے گا وہاں سے ارشاد ہوگا کہ تم کو تمہاری تمنائیں بھی دیں اور دنیا سے دس گنا زیادہ بھی دیا وہ عرض کرے گا کہ اے ہمارے رب آپ بادشاہوں کے بادشاہ ہو کر مجھ سے مذاق فرماتے ہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنا ہنسے کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہوگئے۔[1]

گھی اور شہد کا ڈبّہ

حضرت ابویعلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص (صحابی) گاہے گاہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گھی اور شہد کا ڈبہ ہدیہ میں پیش کرتا۔ جب اس سے قیمت کا مطالبہ کیا جاتا تو فروخت کرنے والے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کرتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتا اے اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کی قیمت ادا کر دیجئے۔ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہنستے تھے اور قیمت ادا فرما دیتے۔[2]

اہل مدینہ کے بچوں سے دل لگی

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر مدینہ والوں کی کوئی بچی آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ لیتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نہ چھڑاتے اور پھر وہ جہاں چاہتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے جاتی۔ (آپ ﷺ اس سے دل لگی کے لئے ساتھ ساتھ چلتے)۔[3]

---

[1] (شمائل ترمذی از باب الضحک) [2] (مشکوٰۃ ص ۱۷۶) [3] (ریاض الصالحین ص ۲۶۷)

آپ ﷺ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو یوں کھلا رہے تھے

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب صحیح مسلم میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو یوں کھلا رہے تھے کہ:

ان کو کندھوں سے پکڑ کر آپ اوپر اٹھا رہے تھے اور مسکراتے ہوئے فرما رہے تھے ترق ترق یعنی اور اوپر چڑھ جاؤ اور اوپر...... یہاں تک کہ ان کے قدم اپنے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک پر آ پہنچے...... پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افتح فاك اپنا منہ کھولو! حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنا منہ کھولا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑھ کر چوم لیا اور دعا دی...... اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما اور ہر اس شخص سے جو اس سے محبت کرے محبت فرما۔ آمین [1]

مہر نبوت سے کھیلنے والی بچی

خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کی بیٹی آقائے کون ومکاں امام الانبیاء محمد رسول ﷺ کی مجلس میں اپنے ابا کے ساتھ آئیں وہ خود بتاتی ہیں کہ:

میں چھوٹی سی تھی اور پیلے رنگ کا کرتا میں نے پہنا ہوا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ کر فرمایا: سنہ سنہ یہ حبشی زبان کا لفظ تھا جس کے معنی حسنہ حسنہ کے ہیں یعنی واہ واہ! بہت اچھا کپڑا ہے۔

پھر میرے والد تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گئے اور میں آپ کے دونوں شانوں کے درمیان پچھلی جانب جو مہر نبوت تھی (ایک اُبھری ہوئی کبوتری کے انڈے کی طرح جس کے اردگرد بالوں کی لکیر سی بنی ہوئی تھی اسے مہر نبوت کہا جاتا تھا۔) اس سے کھیلنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد جب میرے والد صاحب کی نظر پڑی تو انہوں نے

---

[1] (صحیح مسلم، کتاب الفضائل)

مجھے وہاں سے ہٹانا چاہا اور ڈانٹ کر مجھے اپنے پاس بلایا تو امت کے کریم وشفیق آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھوڑ و بھئی! اسے کھیلنے دو۔ ساتھ ہی یہ دعا بھی آپ نے دی جو نیا کپڑے پہننے والے کو دی جاتی ہے: پہنتی رہو اور پرانا کرتی رہو تین بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعائیہ جملہ ادا فرمایا۔ پھر یہ خوش بخت بچی اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں مست، مہر نبوت کو پکڑتی، چومتی اور اس کے ساتھ کھیلتی رہی۔ سبحان اللہ! کیا قابل رشک بچی تھی۔[1]

اس کے علاوہ ایک مہر نبوت تھی جس کی حقیقت ونوعیت اس سے بالکل جدا تھی اور وہ اس لیے بنوائی گئی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ دوسرے ملکوں کے بادشاہوں کے پاس دینی دعوت کے خطوط بھیج رہے ہیں لیکن جس خط پر مہر نہ لگی ہو بادشاہاں وقت اس پر توجہ نہیں دیتے اور پڑھتے بھی نہیں۔ تو اس مقصد کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہر بنوائی جس پر لکھا تھا محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ خطوط پر لگا کر ارسال کیے جاتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نومولود کو اپنی گود میں اٹھا لیا

خادم رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے نومولود بھائی کو اٹھائے رحمت دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے:

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹے بچے کو بڑی شفقت ومحبت سے اپنی مبارک گود میں لے لیا...... پھر مجھ سے پوچھا: کیا تمہارے پاس کچھ کھجوریں بھی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا۔ جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کھجور اپنے ہاتھ میں لی، اپنے منہ میں چبا کر چھوٹے بچے کے منہ میں ڈال دی وہ اسے منہ میں بڑے مزے سے چوسنے لگ گئے آپ نے خوشی سے دیکھا اور فرمایا: دیکھو انصار کو کھجور کے ساتھ کس قدر محبت ہے؟"[2]

---

[1] (بخاری، کتاب الآداب) [2] (مسلم کتاب الادب)

بچوں کو خوش رکھنے کی فضیلت

اپنے بچوں کو خوش رکھنا بھی باعث اجر ہے بے کار نہیں ہے حدیث پاک میں ہے ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جنت میں ایک گھر ہے جسے دار الفرح (خوشیوں کا گھر) کہا جاتا ہے۔
اس میں وہ لوگ داخل ہوں گے جو اپنے بچوں کو خوش رکھتے ہیں۔''[1]

بچوں کو خوش رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے ساتھ تربیت کے پیش نظر ہنسی خوشی کی باتیں کی جائیں، ان کے ساتھ مناسب طریقے سے جائز کھیلوں میں شرکت کی جائے، انہیں سچے لوگوں کی، انبیاء اور صالحین کی سچی اور دلچسپ حکایات سنائی جائیں، انہیں اللہ تعالیٰ کی نعمت جانتے ہوئے، اچھی طرح سے پیش آکر، انہیں خوش کیا جائے، اس سے یقیناً اللہ تعالیٰ راضی ہوں گے۔

ام ایمن رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاح

زید ابن اسلم رحمۃ اللہ علیہ راوی ہیں کہ ام ایمن رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور عرض کیا کہ آپ کو میرا شوہر بلاتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرا شوہر وہی نہیں جس کی آنکھیں تو اچھی ہیں مگر ان میں سفیدی ہے، ام ایمن رضی اللہ عنہا نے عرض کیا ان کی آنکھیں تو اچھی ہیں مگر ان میں سفیدی میں سفیدی نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک ہے ام ایمن رضی اللہ عنہا نے بقسم کہا کہ نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی ایسا شخص نہیں جس کی آنکھ میں سفیدی نہ ہو، یعنی جدقہ چشم (آنکھ کا حلقہ) ہر انسان سیاہی اور سفیدی دونوں رکھتا ہے۔[2]

---

[1] (کنز العمال، جلد ۳، صفحہ ۱۷، رقم ۶۰۰۶) [2] (مذاق العارفین ص ۱۸۱ ج ۳)

مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چپکے سے پکڑ لیا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام سے بھیجا۔ میں بازار میں پہنچا تو وہاں بچے کھیل رہے تھے۔ میں وہاں کھڑا ہو گیا۔

فاذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قابض بقفائی من ورائی فنظرت الیہ وھو یضحک.

اچانک چپکے سے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے پکڑ لیا میں میں نے دیکھا تو آپ مسکرا رہے تھے۔

اس کے بعد فرمایا:۔ یاانیس اذھب حیث امرتک. [1]

اے پیارے انس جہاں مین نے بھیجا ہے وہاں جاؤ۔

ابو عمیر تیرے بُلبُل کا کیا بنا

انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ میل جول میں تکلف نہیں برتتے تھے۔ میرے چھوٹے بھائی ابو عمیر کے پاس ایک بُلبُل کھیلنے کے لیے تھی۔ وہ مر گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے تو ابو عمیر کو غمگین دیکھ کر فرمایا کیا وجہ تو پریشان ہے؟ لوگوں نے کہا کہ اس کی بُلبُل مر گئی ہے جس کی وجہ سے یہ پریشان رہتا ہے۔ اس کے بعد جب آپ ان کو دیکھتے تو مزاحاً فرماتے:۔

یاابا عمیر مافعل النغیر ؟ [2]

اے ابو عمیر تیرے بُلبُل کا کیا بنا؟

یاد رہے کہ یہ جُملہ آپ نے مزاحاً فرمایا۔ آپ کے اس مزاحیہ جُملے میں فقہاء نے سو سے زائد مسائل کا استنباط کیا ہے۔ اس حدیث کے تحت شیخ ابراہیم بیجوری لکھتے ہیں:۔

---

[1] (ابوداؤد کتاب الادب) [2] (البدایہ، ۶:۳۸)

اعلم ان فوائد هذا الحديث تزيد على المائة

افردهاابن القاص بجزء[1]

اس کے فوائد سو سے زائد ہیں جن پر ابن القاص نے مستقل کتاب لکھی۔

قربان جائیں اس ذات کے علمِ اقدس پر جس کے مزاح سے سینکڑوں مسائل کا حل اُمت کو نصیب ہوتا ہے۔

اگر آج میں نہ چھڑاتا

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے ہاں حاضر ہوئے تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضور علیہ السلام کی خدمت میں کچھ بلند آواز سے بولتے ہوئے سُنا، یہ کہتے ہوئے کہ تجھے آپ کی خدمت میں بلند آواز کرنے کی کیسے جرأت ہوئی؟ انہیں طمانچہ مارنے کے لیے آگے بڑھے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم درمیان میں آڑے آگئے۔ جس کی وجہ سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ انہیں طمانچہ نہ مار سکے۔ جب ناراضگی کی حالت میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ باہر چلے گئے تو آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہو کر فرمایا مجھے کیسا پایا، اگر میں تجھے آج اس شخص سے نہ چھڑواتا تو تیرا کیا حال ہوتا؟ چند دنوں کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ دوبارہ حاضر ہوئے تو آقا علیہ السلام اور جناب کو باہم خوشگوار ماحول میں گفتگو کرتے ہوئے دیکھ کر عرض کیا۔

ادخلانی فی سلمکما کماادخلتمانی فی حربکما.

مجھے اپنی صلح میں بھی اس طرح شامل کرلو جس طرح جھگڑے میں کیا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قد فعلنا قد فعلنا:......ہم نے شامل کرلیا ہم نے شامل کرلیا:

---

[1] (المواہب اللدنیہ ۱۷۳/۲) ۲ (ابوداؤد، باب ما جاء فی المزاح)

ماموں کی بہن تمہاری کیا لگی؟

ایک دن ایک شخص سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ بتاؤ تمہارے ماموں کی بہن تمہاری کیا لگی؟ وہ شخص سر جھکا کر سوچنے لگا، آپ مسکرا دیئے اور فرمایا ہوش کرو تمہیں اپنی ماں یاد نہیں رہی۔

مشہور صحابی حضرت صہیب رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ اس وقت کھجوریں تناول فرما رہے تھے۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بھی کھجوریں کھانے لگ گئے۔ آپ نے فرمایا:۔

تاکل تمرا وبك رمد ؟ آنکھ آئی ہوئی ہے اور کھجوریں کھا رہے ہو۔

جس پر صہیب نے عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم)

انا اکل بالشق الاخر (میں اچھی آنکھ سے کھا رہا ہوں ایک آنکھ تو درست ہے)

اس بدیہہ گوئی پر آپ مسکرا دیئے۔ [۱]

تو سراپا گلاب ہے

شیخ حمید الطویل، ابن ابی الورد سے روایت کرتے ہیں کہ میرا رنگ خوب سرخ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا تو فرمایا:۔

انت ابو الورد۔ [۲] آپ تو سراپا گلاب ہیں۔

اے انجشہ ان آئینوں پر نرمی سے کام لو

مسند احمد میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ دوران سفر خواتین کی سواریوں کو چلانے کے لیے حضرت انجشہ رضی اللہ عنہ مختلف اشعار پڑھ رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا:۔

یا انجشہ و یحك ارفق بالقواریر۔ [۳]

اے انجشہ ان آئینوں پر نرمی سے کام لو۔ یعنی یہ آئینوں کی طرح ہیں کہیں ٹوٹ نہ جائیں۔

---

[۱] (اتحاف السادۃ المتقین ۲، ۲۲۹) [۲] (شرح السنۃ للبغوی، ۱۳: ۱۸۳) [۳] (حیات الصحابہ ۲: ۵۲۳)

یہ سنہ ہے سنہ

ایک مرتبہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں سیاہ پھول دار چادر پیش کی۔ آپ نے صحابہ سے پوچھا بتاؤ یہ چادر کس کو دی جائے؟ صحابہ نے خاموشی اختیار کی کہ اللہ کے حبیب جسے دینا پسند فرمائیں عطا کردیں۔ حضور نے حکم دیا۔ ام خالد کو لاؤ۔ ایک صحابی ام خالد کو بُلا لائے۔ آپ نے وہ چادر انہیں عطا کی اور فرمایا اسے پہنو اور خوب استعمال کرو۔ پھر آپ نے چادر کی دھاریوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا یہ سنہ ہے سنہ (یہ حبشی زبان کا لفظ ہے جو ازراہ خوش طبعی بولا جاتا ہے جس کے معنی حسین وخوبصورتی کے ہیں۔ چونکہ حضرت ام خالد حبشی زبان جانتی تھیں) حضور کی زبان سے یہ کلمات سُن کر باغ باغ ہوگئیں۔ یہ صحابیہ اپنے بچپن میں والدین کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ وسلم کے پاس آئیں تو اس وقت انہوں نے سُرخ قمیص پہن رکھی تھی۔ اس موقعہ پر بھی اپ نے ان سے دل لگی کرتے ہوئے یہی فرمایا۔[1]

اللہ کے رسول نے اپنی ذات کو اس حال میں قابو میں دیا ہے کہ تیرے ہاتھ میں اُسترا ہے

حضرت معمر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر مجھے آپ کی سواری کی خدمت کا موقعہ ملا۔ جب منیٰ میں آپ نے قربانی کرلی تو مجھے حجامت کا حکم فرمایا میں اُسترا پکڑ کر آپ کے پاس کھڑا ہوا آپ نے میری طرف دیکھ کر خوش طبعی فرماتے ہوئے کہا اے معمر!

امکنک رسول اللہ من شحمۃ اذنہ وفی یدک موسی.

---

[1] (ابن سعد، ۸)

اللہ کا رسول اپنا سر تیرے قابو میں اس حال میں دے رہا ہے کہ تیرے
ہاتھ میں اُسترا ہے۔
میں نے عرض کی:۔

واللہ یارسول اللہ ان ذلك عن نعمة اللہ علی ومنة۔[1]

اللہ کی قسم یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم یہ مجھ پر اللہ کا نہایت ہی احسان ورحمت ہے۔

اے نیند کے باپ اُٹھو

غزوۂ خندق کے موقعہ پر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے خندق کی کھدائی میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں خندق سے مٹی نکالتے ہوئے دیکھ کر نہایت ہی خوش ہوئے۔ حضرت زید کو کھدائی کرتے ہوئے نیند آ گئی۔ حضرت عمارہ انصاری رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو ان کے ہتھیار اُتار دیئے۔ یہ اتنی گہری نیند سوئے ہوئے تھے کہ ان کو علم تک نہ ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس حال میں دیکھا تو مسکرا پڑے پھر ان کو جگاتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

قم یا ابا رقاد ......اے نیند کے باپ اُٹھو۔

حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز سُنتے ہی ان کی آنکھ کُھل گئی۔

اے مٹی کے باپ اُٹھ بیٹھو

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایک دفعہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے، پُوچھا بیٹی تیرے چچا کا بیٹا (علی) کہاں ہے؟ عرض کیا وہ مسجد میں لیٹے ہوئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے۔

فجعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمسح التراب عن ظھرہ ویقول اجلس یا ابا تراب .[2]

---

[1] (مسند احمد، ۵۴۸:۷) [2] (ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ، ۶۷)

آپ نے ان کے جسم سے مٹی جھاڑتے ہوئے فرمایا، اے مٹی کے باپ جاگو۔

اپنی ماں کو انگور دے دیئے تھے؟

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس طائف سے انگور آئے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جاں نثار حضرت بشیر رضی اللہ عنہ بن سعد انصاری کے کم سن صاحبزادے نعمان قریب ہی کھیل رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دو خوشے عنایت فرمائے اور فرمایا کہ ایک تمہارا ہے اور ایک تمہاری والدہ کا (جو جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کی ہمشیرہ تھیں اور خود بھی صحابیہ تھیں) حضرت نعمان رضی اللہ عنہ دونوں خوشے راستہ میں خود ہی چٹ کر گئے اور والدہ کو خبر تک نہ کی۔ چند دن بعد وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پھر آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، ''اپنی ماں کو انگور دے دیئے تھے؟''

انہوں نے کہا۔ ''نہیں''

حضور ﷺ متبسم ہو گئے اور ان کا کان پکڑ کر فرمایا:...... یا غدر! (کیوں مکار)

اندھے جنت میں نہیں جائیں گے

ایک مرتبہ ایک نابینا صحابی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ''یارسول اللہ ﷺ! کیا میری بخشش ہو جائے گی؟''

فرمایا:...... ''بھائی اندھے جنت میں نہیں جائیں گے''

''بھائی کوئی اندھا اندھے کی حیثیت سے جنت میں نہیں جائے گا۔ سب کی آنکھیں روشن ہوں گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سن کر نابینا صحابی بے اختیار ہنس دیئے۔

آؤ سوار ہو جاؤ

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ننگی پیٹھ والے گدھے پر سوار ہو کر قباء کی طرف

تشریف لے جا رہے تھے۔ راستے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مل گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آؤ ابو ہریرہ میرے پیچھے بیٹھ جاؤ'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جست کر کے گدھے پر بیٹھنا چاہا لیکن بھاری بدن کے آدمی تھے سوار نہ ہو سکے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی گدھے سے نیچے آ رہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی گر پڑے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھر سوار ہوئے اور فرمایا ''آ جاؤ'' اب کی بار پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کر گر پڑے، تیسری مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر سوار ہوئے اور فرمایا ''آؤ سوار ہو جاؤ''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! اب معاف فرمایئے، ایسا نہ ہو، تیسری مرتبہ پھر گرا دوں۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کا جواب سن کر متبسم ہو گئے اور آگے تشریف لے گئے۔

کنیت ابو حمزہ رکھ دی

خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ دس برس کی عمر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اس وقت ان کی کوئی کنیت نہ تھی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ ''حمزہ'' نام کی ایک تبزی کو بہت پسند کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کنیت ابو حمزہ رکھ دی۔ [1]

حاضرین مجلس بھی شگفتہ ہو گئے

ایک دفعہ حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئیں۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گودوں کھلایا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بہت تعظیم و تکریم فرماتے تھے۔ انہیں دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ''امی امی'' فرماتے ہوئے کھڑے ہو گئے اور بڑی عزت و احترام کے ساتھ انہیں بٹھایا۔ پھر ان سے پوچھا،

[1] (یعنی حمزہ کا باپ یا حمزہ والا)

امی! آج کیسے آنا ہوا؟"

حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا: یارسول اللہ (ﷺ)! ہمیں ایک اونٹ کی ضرورت ہے۔

آج کل ہمارے پاس سواری کا کوئی جانور نہیں ہے۔ سفر میں جانا پڑ جائے تو بڑی دشواری ہوتی ہے۔

سرورِدوعالم صلی اللہ علیہ وسلم: "اچھا تو اونٹ کا ایک بچہ حاضر کیے دیتا ہوں۔"

اُم ایمن رضی اللہ عنہا: "میرے ماں باپ آپ پر قربان، اونٹ کے بچے کو میں کیا کروں گی وہ تو ہمارا بوجھ نہیں سہار سکے گا۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم: "آپ کو اونٹ کا بچہ ہی ملے گا اور میں اسی پر آپ کو سوار کراؤں گا۔" حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا کچھ افسردہ خاطر سی ہوگئیں۔ اسی اثناء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خادم کو اشارہ فرمایا وہ تھوڑی دیر میں ایک جوان فربہ اونٹ لے آئے اور اس کی مہار حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کو تھما دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "امی ذرا دیکھئے یہ اونٹ ہی کا بچہ ہے یا کچھ اور۔"

اب حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیف مزاح کی تہہ تک پہنچیں، بے اختیار ہنس پڑیں اور دعائیں دینے لگیں۔ حاضرین مجلس بھی شگفتہ ہوگئے۔

کاش اسامہ بچی ہوتی میں اسے خُوب زیور پہناتا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بچے تھے، چوکھٹ پر گر پڑے۔ ان کا چہرہ زخمی ہوگیا۔ مجھے آپ نے حکم دیا، ان کا چہرہ صاف کرو۔ میں نے ذرا سُستی کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں گود میں اُٹھالیا۔

فجعل رسو ل اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یمصہ ثم یمجہ .

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چُوما، پیار کیا اور لعاب دہن لگایا۔

اس کے بعد فرمایا:

لو كان اسامة جارية لكسوته وحلية حتى الفقه [1]

کاش اسامہ بچی ہوتی میں اسے خوب زیور پہنا تا بہت بناؤ سنگھار کرتا۔

میرا کون سا ہاتھ کٹ گیا ہے؟

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ ایک دفعہ حضور علیہ السلام نے ایک قیدی میرے گھر میں قید کر دیا۔ میں کسی کام میں مشغول ہوگئی تو وہ بھاگ نکلا آپ تشریف لائے اور قیدی کے بارے میں پوچھا، میں نے عرض کی:۔

لهوت عنه مع النسوة فخرج . میں خواتین کے ساتھ مشغول ہوگئی اور قیدی نکل گیا۔

آپ نے فرمایا:۔

مالك قطع الله يدك . تیرے ہاتھ کٹ جائیں تُو نے حفاظت نہیں کی

اس کے بعد آپ نے صحابہ کو تلاش کرنے کا حکم دیا۔ جو اسے پکڑ لائے۔

آپ واپس گھر آئے تو

انا اقلب يدى . میں نے ہاتھوں کو اُلٹ پلٹ کر دیکھنا شروع کیا۔

فرمایا، پگلی یہ کیا؟ میں نے عرض کیا:۔

دعوت علي فانا اقلب يدى انظر ايهما يقطعان.

آپ نے دُعا کی تھی میں دیکھ رہی ہوں، کونسا ان میں کٹا ہے۔

اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی حمد وثنا کی اور یہ دُعا کی اے اللہ میں ایک انسان ہوں۔ انسان کی طرح ناراض ہو جاتا ہوں۔ اگر کسی مومن مرد یا عورت کے بارے میں کچھ عرض کروں تو آپ اسے اس کے لیے باعث طہارت و برکت بنا دیا کریں۔ [2]

---

[1] (مسند احمد، ۷:۳۱۴) [2] (ایضاً، ۷:۷۹)

رسُول تو ناراض نہیں ہوتے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ اگر کوئی بات قابلِ گرفت ہوتی تو نہایت ہی احسن انداز میں اس کی اصلاح فرما دیتے۔ ذرا ذرا سی بات پر ناراضگی آپ کا معمول نہ تھا۔ ایک دفعہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کسی بات پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ناراض ہوگئیں اور اس خفگی کی حالت میں زیرِ لب کہنے لگیں۔ آپ تو فرماتے ہیں، میں اللہ کا رسُول ہوں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے رسُول کسی کے بارے میں دِل میں غصہ نہیں رکھتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات سُن کر مسکرائے جس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ناراضگی صلح میں بدل گئی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑے کے پر تھے

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ سے واپس تشریف لائے۔ میں نے اپنی گڑیاں پردے کے پیچھے رکھی ہوئی تھیں۔ ہوا سے پردہ ہٹا۔ آپ کی نگاہ مبارکہ ان پر پڑی تو پوچھا عائشہ یہ کیا ہے؟ عرض کیا آقا یہ میری گڑیاں ہیں۔ ان میں آپ نے ایک پروں والا گھوڑ دیکھ کر فرمایا:

ماھذ الذی اریٰ وسطھن ۔ ان کے درمیان یہ کیا ہے؟

عرض کیا یہ گھوڑا ہے۔ فرمایا، اس کے اوپر کیا ہے؟ عرض کیا یہ اس کے پر ہیں۔

فرمایا: فرس لھا جناحان ۔ گھوڑے کے بھی پر ہوتے ہیں؟

میں نے عرض کیا:۔

اماسمعت ان لسلیمان خیلا لھا اجنحۃ ۔

آپ نے نہیں سُنا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑے کے پر تھے۔

اس پر آپ اتنے مسکرائے کہ آپ کی مبارک داڑھیں نظر آنے لگیں۔[1]

---

[1] (ابوداؤد، باب فی اللعب بالبنات)

ایک دوسرے سے مانوس روحیں

عہد نبوی میں مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں ہنسنے ہنسانے والی خواتین بھی موجود تھیں، سنن ابی داؤد میں عمرہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ مکہ مکرمہ میں گپ شپ لگا کر ہنسانے والی عورت تھی، اسی جیسی ایک خاتون مدینہ منورہ میں بھی تھی، مکہ والی خاتون ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں آئی تو اس سے آ کر ملی، پھر دونوں ایک ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس اتفاق سے حیرت ہوئی (کہ سابقہ شناسائی کے بغیر ایک دوسرے سے کیسے واقف ہو گئیں) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مکی خاتون سے پوچھا اسے پہچانتی ہو، وہ بولیں نہیں ہم راستہ میں ایک دوسرے سے ملیں اور جان پہچان ہوگئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہنس دیں اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے روحیں اکٹھے رہنے والے لشکر ہیں، جن روحوں کی عالم ارواح میں پہچان ہوئی وہ ایک دوسرے سے مانوس ہوتے ہیں اور جن سے جان پہچان نہیں ہوئی وہ الگ رہتے ہیں باہم مانوس نہیں ہوتے۔[1]

ارواح اکٹھے رہنے والے

زبیر بن بکار نے "کتاب المزاح والفکاھۃ" میں ابن شہاب از عروہ کی سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ مکہ مکرمہ میں ہنسنے ہنسانے والی ایک عورت تھی جو قریش کی عورتوں کے پاس جا کر انہیں ہنسایا کرتی تھی، جب ان خواتین نے مکہ سے ہجرت کی اور مدینہ طیبہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں وسعت عطا فرمائی، وہ خاتون میرے پاس آئی، میں نے پوچھا کیسے آنا ہوا؟ کہا آپ سے ملنے آئی ہوں، میں نے پوچھا کہاں ٹھہری ہوئی ہو، کہا فلاں خاتون کے پاس، یہ خاتون مدینہ منورہ میں رہتی تھی اور ہنسنے ہنسانے والی تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

---

[1] (صحیح البخاری، کتاب الانبیاء باب الارواح رقم الحدیث ۳۳۳۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ نے پوچھا فلاں ہنسانے والی تمہارے پاس ہے، میں نے کہا ہاں، آپ نے پوچھا کس کے ہاں ٹھہری ہوئی ہے؟ میں نے کہا فلانی ہنسانے والی کے ہاں، آپ نے فرمایا الحمد للہ! ارواح اکٹھے رہنے والے لشکر ہیں، جن سے تعارف اور جان پہچان ہوئی وہ (دنیا میں) باہم مانوس ہوتے ہیں اور اجنبی روحیں الگ رہتی ہیں۔[1]

حیض تیرے ہاتھ میں تو نہیں

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا مجھے یہ چٹائی اُٹھا کر دو۔ میں نے عرض کیا۔

انی حائض . میں تو حالتِ حیض میں ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ان حیضك لیست فی یدك . [2]

حیض کا خون تیرے ہاتھ میں تو نہیں ہے۔

اے ابو عبد اللہ سرکش اُونٹ کا کیا بنا؟

حضرت خوات بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم مقام مر الظہر ان پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹھہرے ہوئے تھے۔ میں اپنے خیمہ سے نکلا تو باہر کچھ خواتین آپس میں گفتگو کر رہی تھیں۔ مجھے ان کی گفتگو بھی اچھی لگی میں بھی ان کے قریب بیٹھ گیا۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیمہ سے باہر تشریف لائے۔

آپ نے پُوچھا۔ اے ابو عبد اللہ!

ما یجلسك الیهن . ان خواتین کے پاس کیوں بیٹھے ہو؟

---

[1] مزید تفصیل کے لئے حافظ سخاوی کی "المقاصد الحسنه" اور محدث شمس الدین محمد بن عقیلہ المکی "عروس الافراح فی معنی حدیث الارواح" ملاحظہ کریں۔ [2] (مسند احمد، ۷: ۶۹)

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم)

﴿جمل لی شرد ابتغی له قیدا.﴾

میرا اونٹ سرکش ہو گیا ہے اس کے لئے بیڑی کی تلاش میں ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چلا۔

آپ نے رفع حاجت فرمائی وضو کیا۔ واپس آئے تو فرمایا اے ابو عبداللہ!

مافعل شراد جملك ؟ تیرے اُونٹ کی سرکشی کا کیا بنا؟

جب دوبارہ ہم نے سفر شروع کیا تو آپ سے جب بھی ملاقات ہوتی آپ دل لگی کرتے ہوئے یہی بات پوچھتے۔

اس شرم کے مارے میں کافی دن آپ کی صحبت اور مسجد میں نہ گیا۔ ایک دن مسجد نبوی خالی تھی۔ میں نے اس کے گوشے میں نماز پڑھنا شروع کی اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسجد میں تشریف لے آئے آپ دو رکعات نماز ادا کر کے بیٹھ گئے۔

وطولت رجاء ان یذهب وید عنی ۔ میں نے نماز لمبی کر دی تا کہ آپ تشریف لے جائیں۔

آپ نے محسوس کر لیا اور فرمایا:۔

طول یااباعبد الله ماشئت فلست بقائم حتی تنصرف.

اے ابو عبد اللہ نماز جتنی مرضی لمبی کریں میں تمہارے فارغ ہونے تک جاؤں گا نہیں۔

میں نے سوچا کہ میں آج آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی مانگوں گا تا کہ میری شرمندگی ختم ہو۔ میں نماز ختم کر کے حاضر ہوا تو آپ نے سلام فرمایا اور اُونٹ کے بارے میں پُوچھا تو میں نے عرض کیا:۔

والذی بعثك بالحق ماشرد ذلك منذ اسلمت .[1]

[1] (الوفا، ۲:۲، ۴۴۷/۲)

قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا۔ جب سے اسلام لایا ہوں۔ اُونٹ نے کبھی سرکشی نہیں کی۔

اس پر آپ نے مجھے دُعا دی اور درگزر فرمایا:

☆......زبیر بن بکار نے حضرت عطا بن ابی رباح رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مزاح فرمایا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا ہاں، آدمی نے پُوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاح کیسا ہوتا تھا، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:۔

انه کساذات یوم امراة من نسائه ثوباً فقال لها البسیه واحمدی الله وجدی منه ذیلاً کذیل الفرس [1]

آپ ﷺ نے اپنی ایک اہلیہ کو ایک دن کپڑا پہننے کے لیے دیا تو فرمایا اسے پہنو، اللہ کی حمد کرو اور نئی دلہن کی طرح اس کا دامن گھسیٹ کر چلو

تیرا تکیہ اتنا چوڑا ہے

حضرت عدی بن حاتم فرماتے ہیں کہ روزہ کے بارے میں جب قرآنی حکم نازل ہوا:۔

کلواواشربواحتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود.

کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تم پر سفید دھاگہ کالے دھاگے سے واضح ہو جائے۔

تو میں نے رات سوتے وقت دو دھاگے ایک کالا اور دوسرا سفید لیے اور اپنے تکیہ کے نیچے رکھ کر سویا، بار بار سحری کے وقت انہیں دیکھتا رہا کہ جیسے ہی ان میں امتیاز نظر آئے ہم سحری ختم کردیں مگر ان میں روشنی ہونے تک کوئی امتیاز دکھائی نہ دیا میں نے

---

[1] (سبل الہدیٰ، ۷:۱۱۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم)

انی اضع تحت رأسی خیطین فلم یتبین لی شیٔ .

میں نے تو اپنے تکیہ کے نیچے دودھاگے رکھے مگر مجھے تو سحری کا پتہ نہیں چلا۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سُن کر فرمایا:۔

انک لعریض الوسادۃ . تیرا تکیہ اتنا چوڑا ہے۔

دوسری روایت میں ہے فرمایا:۔

انک لعریض القفا یا بن حاتم ھو بیاض النھار من سواد اللیل.[1]

اے ابن حاتم تیری گردن اتنی عریض ہوگئی یہ تورات کی سیاہی سے دن کی سفیدی کا طلوع ہوتا ہے۔

میں انگور کھا گیا تو آپ نے فرمایا

حضرت عبداللہ بن بسر المازنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:۔

بعثنی امی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقطف من عنب فاکلتہ .

مجھے والدہ نے انگور کا ایک گچھا دے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا وہ انگور میں خود کھا گیا۔

میری والدہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ کو انگور ملے تھے یا نہیں آپ نے انکار فرمایا۔

فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذارانی قال غدر غدر.[2]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے جب بھی دیکھتے تو مزاحاً فرماتے چال باز۔

---

[1] (البخاری، ۶:۱۹۱) [2] (سہل الہدیٰ، ۷:۱۱۵)

حضور ﷺ کے بچوں کے ساتھ کھیل اور محبت وخوش طبعی کے واقعات

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر بچوں کے ساتھ کھیلتے، اس بارے میں کئی واقعات سیرت کی کتابوں میں لکھے ہیں۔

حدیث میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات پورا ایک گھنٹہ سجدے کی حالت میں رہتے، حتی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم یہ سمجھتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض ہوگئی ہے یا آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان ابنی حسینا ارتحلنی وما اجبت ان عجله حتی یقضی حاجته (سنن النسائی)

''میرا بیٹا حسین مجھ پر سوار ہو گیا تھا اور مجھے اچھا نہ لگا کہ میں اسے جلدی سے اتار دوں، جبکہ وہ خود اتر نہیں جاتا۔''

☆...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے سامنے منہ سے زبان باہر نکالتے جب وہ سرخ سرخ زبان دیکھتے تو جلدی سے لپکنے کی کوشش کرتے۔

☆...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے، جب آپ سجدے میں جاتے تو حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما آپ کی پشت پر بیٹھ جاتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انہیں ہٹانا چاہتے تو آپ اشارے سے فرماتے کہ رہنے دیں اور یہ سب مسجد میں ہوتا۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ انہیں اپنی گود میں بٹھا لیتے اور فرماتے، جو مجھ سے محبت کرتا ہے اسے چاہیے کہ ان دونوں سے محبت کرے۔

☆...... اور ابو یعلی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔ میں نے حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو نبی کریم ﷺ کے

کاندھے پر دیکھا تو میں نے عرض کیا تم بڑی شاندار سواری پر سوار ہو۔ تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ یہ دونوں شہسوار بھی تو بہت اچھے ہیں۔

☆......اور طبرانی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ہاتھوں اور پاؤں کے بل چل رہے تھے اور آپ کی کمر پر حضرت حسن وحسین سوار تھے اور آپ یہ فرما رہے تھے۔ بہترین اونٹ تمہارا اونٹ ہے اور بہترین جوڑا تم دونوں کا جوڑا ہے۔

☆......امام مسلم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے اچھے تھے، ایک روز آپ نے مجھے کسی کام سے بھیجا تو میں نے کہا: بخدا میں نہیں جاؤں گا اور میرے دل میں یہ تھا کہ میں اس کام کے لیے جاؤں گا جس کا نبی کریم ﷺ نے مجھے حکم دیا ہے، چنانچہ میں آپ کے پاس نکلا، یہاں تک کہ میرا گزر ایسے لڑکوں کے پاس سے ہوا جو بازار میں کھیل رہے تھے۔ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے میری گدی پکڑ لی، جب میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ ہنس رہے تھے، پھر آپ نے ارشاد فرمایا: اے انس کیا تم وہاں ہو آئے جہاں میں نے تمہیں بھیجا تھا؟ میں نے عرض کیا! جی ہاں اے اللہ کے رسول، میں ابھی جا رہا ہوں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ بخدا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نو سال تک خدمت کی ہے لیکن مجھے یاد نہیں کہ آپ نے کسی ایسے کام کو جو میں نے کیا ہو یہ فرمایا ہو: تم نے ایسا ایسا کیوں کیا؟ اور جس کام کو میں نے نہیں کیا، اس کو آپ نے یہ فرمایا ہو: تم نے ایسا ایسا کیوں نہیں کیا؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بچوں پر بہت شفقت فرماتے اُن سے محبت کرتے ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے اُن کو پیار کرتے اور اُن کے حق میں دعا خیر فرماتے۔

بچے قریب آتے تو اُن کو گود میں لیتے بڑی محبت سے ان کو کھلاتے اور کبھی لیٹے ہوتے تو اپنے قدموں کے اندر کے تلوؤں پر بچہ کو بٹھا لیتے اور کبھی سینہء اطہر پر بچہ کو بیٹھا لیتے۔

اگر کئی بچے ایک جگہ جمع ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو ایک قطار میں کھڑا کر دیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر بیٹھ جاتے اور فرماتے کہ بھئی تم سب دوڑ کر ہمارے پاس آؤ جو بچہ ہم کو سب سے پہلے چھوئے گا ہم اس کو یہ اور یہ دیں گے، بچے بھاگ کر آپ (صلے اللہ علیہ وسلم) کے پاس آتے کوئی آپ کے پیٹ پر گرتا اور کوئی سینہ اطہر پر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو سینہ مبارک سے لگا لیتے اور پیار کرتے۔

حضرت عبداللہ بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میری والدہ نے مجھ کو انگوروں کا خوشہ دیا اور کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے آؤ میں وہ لے کر چلا، راستہ میں میری نیت بگڑ گئی اور میں اس کو کھا گیا، میری والدہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملیں تو خوشہ کے بارے میں پوچھا کہ آپ کو انگوروں کا خوشہ پہنچ گیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں تو میری والدہ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ گئے کہ میں اس کو راستہ میں کھا گیا، اس واقعہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مجھ کو راستہ میں ملتے تو میرا کان پکڑ کر فرماتے۔ یاغدر یاغدر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو ہر چیز میں بہترین نمونہ ومقتدیٰ ہیں، وہ خود بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بچوں سے دل لگی فرمایا کرتے تھے اور ان کی تفریح کا سامان بہم پہنچاتے اور ان کو خوش کرتے اور ان کے ساتھ مزاح فرماتے اور ان سے مانوس ہوتے اور صاف ستھرے اور اچھے کھیل اور مباح تفریح پر ان کی ہمت افزائی فرماتے تھے، جس کے چند نمونے ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں۔

امام احمد سند جید کے ساتھ حضرت عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ اور عبیداللہ اور کثیر بن العباس رضی اللہ عنہم کو صف بنا کر کھڑا کر کے فرماتے تھے کہ تم میں سے جو میرے پاس سب سے پہلے پہنچے گا اسے فلاں فلاں چیز ملے گی، راوی کہتے ہیں کہ سب ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھتے اور آپ کی

کمر و سینے پر گر پڑتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں چومتے اور سینے سے لگا لیتے۔

اکثر والدین بچوں کو کھلانے (کھیل کود) اور بہلانے سے گریز کرتے ہیں، بلکہ اکثر انہیں ڈراتے اور ان پر سختی کرتے ہیں، حرکت وعمل اور کھیل کود سے روک کر ان کی آزادی سلب کر لیتے ہیں، جس کہ وجہ سے بچوں کی زندگی گھٹی گھٹی سی ہو کر جہنم کا نمونہ بن جاتی ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مستقبل میں یہ بھی سنگدل اور جفا کار ہو جاتے ہیں۔ اپنے ماں باپ سے انہیں نفرت ہوتی ہے اور جلد یا بدیر یہ اپنے گھروں سے بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ سے ہمیں بچوں کے ساتھ کھیلنے اور نرمی برتنے کے کئی نمونے ملتے ہیں، ہمیں چاہیے کہ ان نمونوں سے خود بھی مانوس ہوں اور ان بچوں کے معیار پر اتر کر ان کی اصلاح اور درستی کی کوشش کریں۔ ان کی زندگی کو بابرکت، باسعادت اور خوش وخرم بنائیں اور یہ تب ہوگا جبکہ ان کی تربیت سے غفلت نہ برتی جائے۔

بچہ جب چھوٹا ہو تو اس کو کھیل کود، مستیوں اور سیر وتفریح کا اس سے زیادہ شوق ہوتا ہے جو اسے بڑے ہونے کے بعد ہوتا ہے، اس لیے کہ ترمذی نوادر الاصول میں درج ذیل حدیث روایت کرتے ہیں:

عرامة الصبی فی صغره زیادة فی عقله فی کبره

بچے کا بچپن میں کھیل کود اور چاق وچوبند ہونا بڑے ہو کر اس کے عقلمند ہونے کی دلیل ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بچوں کے ساتھ دل لگی اور ان کے بوجھ کو ختم کرنے کی تدبیریں اور ان کے ساتھ ملاطفت ونرمی کو دیکھتے ہوئے تربیت اسلامی کے علماء نے یہ تصریح کی ہے کہ بچے کو باقی اسباق وکام کاج سے فارغ ہونے کے بعد کھیل کود اور سیر وتفریح کی ضرورت ہے۔

امام غزالی نے ''احیاء العلوم'' میں اس سلسلے میں تحریر کی ہے۔ لکھتے ہیں کہ بچے کو

مکتب و مدرسے سے واپس آنے کے بعد ایسے اچھے کھیل کود کی اجازت دے دینی چاہیے جس کے ذریعے مکتب و مدرسے کی تکان اتر جائے۔ لیکن اس حد تک کہ وہ کھیل کود میں اتنا مشغول نہ ہو کہ اس میں بھی چور چور ہو جائے۔ اس لیے کہ بچے کو کھیل سے روکنا اور اس کو ہمیشہ تعلیم میں مشغول رہنے پر مجبور کرنا بچے کے دل کو مردہ اور ذکاوت کو ماند اور زندگی کو بے مزہ کر دیتا ہے اور پھر نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ تعلیم سے ہی چھٹکارا پانے کی کوشش میں مصروف ہو جاتا ہے۔

علامہ عبدری نے بھی وہی کہا ہے جو امام غزالی نے فرمایا ہے کہ اسباق سے فراغت یا کام سے فارغ ہونے کے بعد بچے کو کھیل کود اور طبیعت ہلکی پھلکی کرنے کا سامان بہم پہنچانا ضروری ہے۔

یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ اس کھیل کود کی حکمت یہ ہے کہ بچہ جو تکان، تنگ دلی اور بوجھ محسوس کرتا ہے اسے ختم کر دیا جائے اور اس میں نشاط و چستی اور ذہن کی صفائی پھر لوٹ آئے اور اس کا جسم بیماریوں و آفتوں سے محفوظ ہو جائے۔

لیکن ماں باپ کو چاہیے کہ بچوں کے کھیل میں دو اہم امور کا خیال رکھیں۔

کھیل ضرورت سے زائد بوجھ اور مشقت میں مبتلا کرنے والا نہ ہو، اس لیے کہ اس سے بدن کو نقصان پہنچتا ہے اور جسم کمزور ہو جاتا ہے اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ نہ نقصان پہنچاؤ نہ نقصان اٹھاؤ۔

یہ کھیل کود دوسرے ایسے فرائض یا کاموں کے اوقات میں نہ ہو جو وقت ان ذمے داریوں یا کاموں کے لیے مخصوص ہو۔ اس لیے کہ اس سے وقت ضائع ہوتا ہے اور مطلوبہ فائدہ ختم ہو جاتا ہے اور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

احرص علی ما ینفعك واستعن باللہ ولا تعجز[1]

ایسے کاموں میں لگو جو تمہیں فائدہ پہنچائیں اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو اور عاجز نہ بنو۔

---

[1] (صحیح مسلم)

بچوں کو زمانہ طالب علمی میں ایک وقت کھیلنے کا بھی دیا جائے کہ طبیعت نشاط پر باقی رہے۔

کان الحسن والحسن یصطرعان بین یدی رسول اللّٰہ صلی علیہ وسلم.

یعنی امام حسن اور حسین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کشتی لڑا کرتے تھے۔ بعض روایات سے پتا چلتا ہے کہ یہ دونوں صاحبزادے آپس میں خوش خطی کا مقابلہ بھی کیا کرتے تھے۔

لہٰذا ماؤں کو چاہیے کہ بچوں کو کھیل کود کا موقع ضرور دیں کہ کھیل کود سے ذہن نشو ونما پاتا ہے۔ بدن چست اور پھرتیلا رہتا ہے۔ کودنے، دوڑنے اور بھاگنے سے اعضاء کھلتے ہیں اعصاب مضبوط اور کشادہ ہوتے ہیں اور اس سے دینی فائدہ بھی حاصل ہوتا ہے، کیونکہ جو جس قدر صحت مند، چست اور چالاک ہوگا، اسی قدر دین کے معاملات ٹھیک طریقے سے ادا کرے گا۔

لہٰذا اس مقصد کی تکمیل کے لیے ماؤں کو چاہیے کہ بچوں کو ایسے کھیل کھلائیں جو کہ جائز بھی ہوں اور ان کی ذہنی وجسمانی نشو ونما کے لیے فعال ہوں۔

بچوں کے ساتھ پیار ومزاح

حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرماتے ہیں:

کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم من افکہ الناس مع صبی.[1]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے ساتھ سب سے زیادہ دل لگی فرماتے۔

مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ عبداللہ، عبیداللہ اور کثیر بن عباس کو ایک قطار میں کھڑا کر کے فرماتے، تم میں سے جو مجھے پہلے چھوئے گا اسے اتنا انعام ملے گا۔

فیستبقون الیہ فیقعون علی ظہرہ وصدرہ فیقبلھم ویلتزمھم.[2]

[1] (شمائل الرسول لابن کثیر، ۱:۱۰۳) [2] (مسند احمد، ۱:۲۱۴)

بچے آپ کی طرف دوڑ لگاتے۔ کچھ آپ کی پشت پر اور کچھ سینہ اقدس پر گرتے۔ آپ ان کو چومتے اور ساتھ چمٹا لیتے۔

بچے کے چہرے پر کلّی کا پانی

حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میری عمر پانچ برس کی تھی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے۔ آپ نے شفقت و پیار کرتے ہوئے میرے مُنہ پر کلی فرما کر پانی ڈالا۔

عقلت من النبی صلی اللہ علیہ وسلم مجة مجها فی وجهی وانا ابن خمس سنین من دلو.[1]

مجھے حضور علیہ السلام کے بارے میں یہ یاد ہے کہ آپ نے ڈول سے پانی لے کر میرے چہرے پر کلی کا پانی ڈالا۔ اس وقت میری عمر پانچ سال تھی۔

امام قسطلانی لکھتے ہیں۔ بڑے ہو کر صحابہ سے اسی بات کا تذکرہ کرتے رہتے کہ میرے کریم آقا نے مجھ پر یہ کرم فرمایا تھا۔

انه لما کبر لم یبق فی ذهنه من ذکر رؤیة النبی ﷺ الا تلك المجة فعدا ها من الصحابه.[2]

جب بڑے ہوئے صحابہ سے بیان کیا کرتے کہ مجھے اتنا یاد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے مُنہ پر کلی کا پانی ڈالا تھا۔

غسل فرماتے ہوئے بچی پر پانی کے چھینٹے

حضرت عطاف بن خالد اپنی والدہ عطاف سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کی گود میں پلنے والی بچی حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک دفعہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم غسل خانہ میں غسل فرما رہے تھے میں بچی تھی مجھے

---

[1] (زرقانی، ۴: ۲۷۸) [2] (المواہب اللدنیہ، ۲:)

میری والدہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، جاؤ حضور کے ساتھ نہالو، میں جب آپ کے پاس گئی۔

نضع فی وجھی ویقول ارجعی [1]

میرے مُنہ پر آپ نے پانی پھینکتے ہوئے فرمایا، واپس چلی جاؤ۔

رحمت بھرے چھینٹوں کی برکت

ان پانی کے رحمت بھرے چھینٹوں کی برکت بھی حضرت ام عطاف رضی اللہ عنہا سے سُن لیجے۔ آپ بیان کرتی ہیں۔

فرأیت زینب وھی عجوز کبیرۃ مانقص من وجھھا شئی۔

میں نے زینب کو نہایت بڑھاپے میں بھی دیکھا، مگر ان کے چہرے کی رونق وتازگی نہ گئی۔

روایت ابوعمر کے الفاظ یہ ہیں:۔

فلم یزل ماء الشباب فی وجھھا حتی کبرت وعمرت۔ [2]

بڑھاپا اور معمر ہوجانے کی عمر میں بھی ان کا چہرہ تروتازہ رہا۔

بعض عورتوں کے ساتھ آپ ﷺ کا مزاح

عن ابن عباس رضی اللہ عنھما ان رجلا سالہ فقال: اکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یمزح؟ قال نعم، فقال رجل ماکان مزاحہ؟ فقال ابن عباس: کسا النبی ﷺ بعض نسائہ ثوبا واسعاقال: "البسیہ واحمدی اللہ، وجری من ذیلک ھذا کذیل العروس۔ [3]

---

[1] (زرقانی،۴:۲۷۸) [2] (ایضاً،۴:۲۷۸) [3] (حیاۃ الصحابۃ ج ۲ ص ۵۷۰ المزاح المداعبۃ)

ایک آدمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مزاح فرمایا کرتے تھے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہاں! اس آدمی نے کہا آپ کا مزاح کیسا ہوتا تھا؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاح کا یہ قصہ سنایا کہ حضور ﷺ نے اپنی ایک زوجہ محترمہ کو کھلا کپڑا پہننے کو دیا اور فرمایا اسے پہن لو اور خدا کا شکرادا کرو اور نئی دلہن کی طرح اس کا دامن گھسیٹ کر چلو۔

مزاح کی صورت میں بھی حق کا صدور

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مزاح فرماتے، مگر آپ کے مزاح میں بھی ہرگز خلاف حقیقت کوئی بات نہ ہوتی تھی بلکہ اس موقعہ پر بھی آپ کی زبان پاک سے حق ہی کا صدور ہوتا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

انی لا مزح ولا اقول الا حقاً[1]

میں خوش طبعی کرتا ہوں مگر حق کے سوا کچھ نہیں کہتا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا میں جو خبر بھی تمہیں دیتا ہوں وہ یقیناً اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور اس میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہوتا۔ اس پر صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا:۔

﴿ یارسول اللہ انک تداعبنا ﴾

آپ ہم سے کبھی کبھی خوش طبعی بھی تو فرماتے ہیں۔

آپ نے فرمایا تم سے میں خوش طبعی کرتا ہوں۔

لا اقول الا حقاً (ابوداود، باب العلم) میں حق کے سوا کچھ نہیں کہتا۔

دوسری روایت کے الفاظ ہیں:۔

---

[1] (مجمع الزوائد باب فی حسن خلقہ)

انی وان داعبتکم فلا اقول الا حقاً.
میں اگرچہ خوش طبعی کرتا ہوں مگر حق کے علاوہ میری زبان پر کچھ نہیں آتا۔

انسان میں ظرافت مطلوب ہے.

مضمون بالا اور واقعات آئندہ سے ہمیں یہ رہنمائی ملتی ہے کہ انسان میں ظرافت ہونی چاہئے ہر وقت خشک مزاجی کی کیفیت مناسب نہیں، موقع و مناسبت کے مطابق مزاح ہونا چاہئے، حضرت امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق منقول ہے کہ آپ ایک دفعہ دعوت ولیمہ میں تشریف لے گئے، اہل مجلس کو بالکل خاموش پایا تو فرمانے لگے "مالی اراکم کانکم فی جنازة، این الغناء؟ این الدف؟" کیا بات ہے مجلس نکاح میں ایسے خاموش گویا کہ جنازہ میں ہوں (دعوت ولیمہ ہے) غناء و دف کہاں ہے؟ ؁

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:
"دل کو آزاد بھی چھوڑ دیا کرو، خوش کن نکتے بھی سوچا کرو، کیونکہ جسم کی طرح دل بھی تھک جاتا ہے۔" ؁

ظرافت میں اعتدال ہونا چاہئے

البتہ ظرافت میں اعتدال و میانہ روی ہونی چاہئے، ہماری مجالس کا حال یہ ہے کہ اعتدال بالکل مفقود سنجیدگی و متانت کا بھوت سوار ہوتا ہے تو اتنا کہ مزاح کو حرام تک کا درجہ دے دیا جاتا ہے اور اگر خوش طبعی و ظرافت کا نشہ چڑھتا ہے تو اس قدر کہ تہذیب ہم سے کوسوں دور اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ایک خاص معیار اپنے سامنے رکھنا چاہئے۔

---

[1] (شرح السنہ ج ۶ ص ۵۵۰) [2] (آداب زندگی ص ۲۴۴، المرتضیٰ ص ۲۸۸)

تیسرا باب

عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے تفریحی مشاغل

خندہ رُوئی، چستی اور فرحت ونشاط

قرآن وحدیث کی روشنی میں

سُستی، تنگ دلی اور ملال کی ناپسندیدگی نیز چستی اور فرحت ونشاط کے مستحسن ومطلوب ہونے کے سلسلہ میں چند آیات واحادیث درج ذیل ہیں۔

(۱)......ماجعل علیکم فی الدین من حرج.

''اللہ تعالیٰ نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی''۔[۱]

(۲)......یرید اللّٰہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر.

''اللہ تعالیٰ تم پر آسانی کرنا چاہتا ہے اور تم پر سختی کرنا نہیں چاہتا۔''[۲]

(۳)......عید کے دن کچھ حبشی ڈھال اور نیزوں سے کھیل رہے تھے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر جھجکے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خذوا یا بنی ارفدة حتی تعلم الیھود والنصاری أن فی دیننا فسحة. ''اے حبشی بچو! کھیلتے رہو تاکہ یہود ونصاریٰ کو پتہ چل جائے کہ ہمارے دین میں وسعت ہے۔''[۳]

---

[۱] (۷۸. سورة الانبیاء) [۲] (سورۃ البقرۃ) [۳] الذین وضع لهم الرموز، وهو ذهول فقد خرجه أبو نعیم والدیلمی من حدیث الشعبی عن عائشة قالت مر رسول الله صلی الله علیه وسلم بالذین یدوکون بالمدینة فقال علیهم وکنت أنظر فیما بین اذنیه وهو یقول: خذوا'' الخ قال فجعلوا یقولون أبو القاسم الطیب، أبو القاسم الطیب فجاء عمر فاندعروا. قال فی المیزان هذا منکر وله اسناد آخر واه. (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر. ص ۴۳۶ ج:۳) ذکره السیوطی فی الجامع الصغیر، وقال رواه أبن عبیده فی غریب الحدیث، والخرائطی فی کتابه امتلال القلوب عن الشعبی مرسلا. قال المناوی فی ''فیض القدیر'' ظاهر مینع المصنف أنه لم یقف علیه مسندا والا لما عدل لروایته مرسلا. وأنه لم یخرجه احد من المشاهیر

(۴)......اور بعض روایات کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا:

الھوا والعبوا فانی أکرہ أن یری فی دینکم غلظة.

''یعنی کھیلتے کودتے رہو کیونکہ میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ تمہارے دین میں سختی نظر آئے''۔

(۵)......عید کے دن کچھ بچیاں کھیل رہی تھیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں روکنے کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

دعھن یا ابابکر فانھا أیام عید لتعلم الیھود أن دیننا فسحة انی ارسلت بحنیفیة سمحة.

''اے ابوبکر! انہیں چھوڑ دو یہ عید کے دن ہیں تاکہ یہودیوں کو معلوم ہو جائے کہ ہمارا دین گنجائش والا دین ہے۔ کیونکہ مجھے ایسی شریعت دے کر بھیجا گیا ہے جو افراط وتفریط سے یکسو اور آسان تر ہے''[1]

(۶)...... ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہوا ہے۔

روّحو القلوب ساعة فساعة.

''یعنی دلوں کو وقتاً فوقتاً خوش کرتے رہا کرو''۔[2]

(۷)......ایک روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

القلب یمل کما تمل لا بد ان فاطلبو الھا طرائق الحکمة.

---

[1] کنز العمال ص ۲۱۴ ج ۱۵. رامز امسند الامام احمد. وفی مسند الامام احمد عن عائشہ أن ابا بکر دخل علیھا وعندھا جاریتان تضربان بدفین فانتھرھما ابو بکر فقال له النبی صلی اللہ علیه وسلم دعھن فان لکل قوم عیداً. (ص ۳۳ ج ۶) وایضاً فیه عن عائشه رضی اللہ عنھا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یومئذ لتعلم الیھود أن فی دیننا فسحة انی ارسلت بحنیفیة سمحة. (ص ۱۱۶ ج ۶ مسند الاحمد)

[2] بحواله احکام القرآن للشیخ المفتی محمد شفیع رحمة اللہ علیه ص ۱۹۵ ج ۳. وذکرہ السیوطی فی الجامع الصغیر. قال المناوی فی شرحه .رواہ ابو داؤد فی مراسله عن ابی شھاب مرسلاً. قال البخاری ویشھد له ما فی مسلم وغیرہ یا حنظلة ساعة وساعة (فیض القدیر ص ۴۱ ج ۴)

''یعنی دل اسی طرح اکتانے لگتا ہے جیسے بدن تھک جاتے ہیں تو اس کے لئے حکمت کے راستے تلاش کیا کرو۔[1]

(۸)......حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے کسی صحابی کو مغموم دیکھتے تو دل لگی کے ذریعے اُسے خوش فرماتے تھے۔اور ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو غمگین دیکھا تو اپنا ایک واقعہ سنا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کیا۔[2]

(۹)......ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔سر مبارک پر پانی کا اثر تھا۔ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم آپ کو بہت خوش دیکھتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جی ہاں!

راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد لوگ مالداری کا ذکر کرنے لگے (کہ وہ اچھی ہے یا بُری) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزّ وجل سے ڈرنے والے کے لئے مالدار ہونے میں کوئی حرج نہیں۔ہاں متقی آدمی کے لئے صحت مالداری سے بہتر ہے اور خوش رہنا تو اللہ تعالیٰ کی خاص نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔[3]

(۱۰)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن قوی، کمزور مومن کے مقابلہ میں زیادہ بہتر اور اللہ کو زیادہ محبوب ہے۔

---

[1] بحواله احكام القرآن للشيخ المفتى محمد شفيع رحمة الله عليه (ص ۱۹۵ ج ۳)

[2] نقل الملا على القارى فى شرح حديث النبى صلى الله عليه وسلم : قال فقلت لاقولن شيئا اضحك النبى صلى الله عليه وسلم قول النووى فى شرح مسلم فيه، ندب مثل هذا وان الانسان اذا رأى صاحبه حزينا ان يحدثه حتى يضحك أو يشغله ويطيب نفسه آه وفى آداب المريدين للسهروردى رحمة الله عليه عن على رضى الله عنه أنه قال كان النبى صلى الله عليه وسلم يسر الرجل من اصحابه اذا رآه مغموما بالمداعبة . مرقاة شرح مشكوٰة ص ۲۶۸ ج ۱)

[3] راجع تكملة فتح الملهم فى شرح صحيح للشيخ محمد تقى العثمانى ص ۱۷۵ ج ۱)

باقی خیر دونوں میں ہے۔ نافع چیز کے حریص رہو۔ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے رہو۔ اور عاجز مت بنا کرو۔[1]

(۱۱)......حضور صلی اللہ علیہ وسلم دُعا مانگا کرتے تھے۔

اللّٰھم انی اعوذ بك من العجز و الكسل والجبن والهرم.

''یعنی اے اللہ میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں عاجزی سے، سستی سے، بزدلی سے، کنجوسی سے اور بڑھاپے سے''[2]

یہ روایات ہمیں بتاتی ہیں کہ خندہ روئی چستی اور نشاط اسلام کی رُو سے پسندیدہ اور ترش روئی، سُستی، کاہلی ناپسندیدہ صفات ہیں اس لئے مناسب حدود کے اندر مناسب کھیلوں کی شریعت نے اجازت دی ہے۔

پسندیدہ کھیل احادیث کی نظر میں

ترمذی، ابن ماجہ مسند امام احمد اور صحیح ابن خزیمہ وغیرہ کی معروف حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

کل شئی یلھو به الرجل باطل الا رمیة بقوسه وتادیبه فرسه وملاعبته امرأته فانھن من الحق .

''یعنی آدمی کا ہر کھیل بیکار ہے سوائے تین کے۔

(۱)......تیر اندازی کرنا۔

(۲)......گھوڑا سدھانا۔

(۳)......اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنا۔

---

[1] مسند امام احمد . دیکھیں مشکوٰۃ المصابیح مع شرح مرقاۃ المفاتیح (ص ۴۱ ج ۱۰)

[2] مسلم شریف . دیکھیں مشکوٰۃ المصابیح مع شرح مرقاۃ المفاتیح ص ۴۸ . ج ۱۰)

کیونکہ یہ تینوں کھیل حق میں سے ہیں۔[1]

....

[1]......مشکوۃ المصابیح باب اعداد آلۃ الجہاد ص ۳۳۶ طبع ایچ ایم سعید کراچی۔

☆......ورواہ الترمذی فی باب ماجاء فی فضل الرمی فی سبیل اللہ بلفظ کل ما یلھو بہ الرجل المسلم باطل الا رمیہ بقوسہ وتادیبہ فرسہ وملاعبتہ اھلہ فانھن من الحق. وحسنہ الترمذی.

☆......ورواہ ابن ماجہ فی باب الرمی فی سبیل اللہ بلفظ کل ما یلھو بہ المرء المسلم باطل الا رمیہ بقوسہ وتادیبہ فرسہ وملاعبتہ امرأتہ فانھن من الحق.

☆......ورواہ الامام احمد فی حدیث عقبۃ بن عامر الجھنی رضی اللہ عنہ بلفظ کل شئی یلھو بہ الرجل باطل الا رمیۃ الرجل بقوسہ وتادیبہ فرسہ وملاعبتہ امرأتہ فانھن من الحق ومن نسی الرمی بعد ما علمہ فقد کفر الذی علمہ. (مسند الامام أحمد ص ۱۶۴۴ ج ۴)

☆......وفی صحیح البخاری فی کتاب الاستئذان باب کل لھو باطل اذا شغلہ عن طاعۃ اللہ.

☆......قال ابن حجر: (قولہ کل لھو باطل اذا شغلہ) ای شغل اللاھی بہ (عن طاعۃ اللہ) ای کمن التھی بشئی من الاشیاء مطلقاء سواء کان ماذونا فی فعلہ او منھیا عنہ کمن اشتغل بصلاۃ نافلۃ او بتلاوۃ او ذکر او تفکر فی معانی القرآن مثلاً حتی خرج وقت الصلاۃ المفروضۃ عمداً فانہ یدخل تحت ھذا الضابط واذا کان ھذا فی الاشیاء والمرغب فیھا المطلوب فعلھا فکیف حال مادونھا. واول ھذہ الترجمۃ لفظ حدیث اخرجہ أحمد والاربعۃ وصححہ ابن خزیمۃ والحاکم من حدیث عقبۃ بن عامر رفعہ کل ما یلھو بہ المرء المسلم باطل الا رمیہ بقوسہ وتادیبہ فرسہ وملاعبتہ وکانہ لما لم یکن علی شرط المصنف استعملہ لفظ ترجمۃ واستنبط من المعنی ماقید بہ الحکم المذکور وانما اطلق علی الرمی أنہ لھو لامالہ الرغبات الی تعلیمہ لما فیہ من صورۃ اللھو لکن المقصود من تعلمہ الاعانۃ علی الجہاد وتأدیب الفرس اشارۃ الی المسابقۃ علیھا وملاعبۃ الاھل التأنیس ونحوہ وانما اطلق علی ما اعداھا البطلان من طریق المقابلۃ لان جمیعھا من الباطل المحرم (ص ۹۱ ج ۱۱ فتح الباری.)

(یعنی کارآمد ہیں) کنز العمال میں یہ حدیث اس طرح مروی ہے:۔

ما من شیء تحضره الملئکة من اللهو الا ثلاثة الرجل مع امرأته واجراء الخيل والنضال.

''یعنی کوئی کھیل ایسا نہیں جس میں رحمت کے فرشتے اُترتے ہوں سوائے تین کے۔

(۱)......مرد کا اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنا

(۲)......گھوڑ دوڑ اور

(۳)......تیر اندازی

کنز العمّال ص۲۱۴ ج۱۵، وقال رواه الحاكم في الـكنى عن ابی ايوب.

کنز العمال ہی کی ایک اور روایت اور جامع صغیر میں مروی ایک حدیث کے اندر تین کے بجائے چار کھیلوں کا ذکر ہے۔ روایت یہ ہے:۔

كل شيء ليس من ذكر الله لهو و لعب الا ان يكون اربعة ملاعبة الرجل امرأته وتاديب الرجل فرسه و مشي الرجل بين الغرضين وتعليم الرجل السباحة.

''یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد سے تعلق نہ رکھنے والی ہر چیز لہو ولعب ہے سوائے چار کے

(۱)......آدمی کا اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنا۔

(۲)......اپنے گھوڑے کو سدھانا۔

(۳)......دو نشانوں (یعنی دو ہدف) کے درمیان (نشانہ بازی کے لئے) چلنا

(۴)......اور تیراکی (سیکھنا) سکھانا[1]۔

---

[1]......كنز العمال ص۲۱۱ ج۱۵۔ والجامع الصغير مع فيض القدير ص۲۳ ج۵۔ قال المناوی في فيض القدير. (ن) من حديث عطاء بن ابی رباح عن جابر بن عبد الله بن عمير الانصاری قال رايتهما يرميان فمل احدهما فجلس فقال الآخر سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول فذكره. رمزه لحسنه وهو تقصير فقد قال في الاصابة اسناده صحيح فكان حق المصنّف ان يرمز لصحته ـ ص۲۳ ج۵

ان مذکورہ احادیث میں جن کھیلوں کا ذکر ہے بعض دوسری روایات میں ان کی کچھ اور تفصیل اور ترغیب بھی آئی ہے نیز بعض دوسری تفریحات کا بھی ذکر ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے ان پسندیدہ کھیلوں اور تفریحات میں سے ہرایک کے بارے میں مختصراً کچھ روایات اور عبارات ذکر کردی جائیں۔

نشانہ بازی

اسلام کا پہلا پسندیدہ کھیل نشانہ بازی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی احادیث میں اُس کے فضائل بیان کئے ہیں اور اس کے سیکھنے کو باعثِ اجر و ثواب قرار دیا ہے کیونکہ یہ کھیل جہاں جسم کی پھرتی، اعصاب کی پختگی اور نظر کی تیزی پیدا کرتا ہے وہاں یہ کھیل آڑے وقتوں میں اور خاص طور پر جہاد کے موقعہ پر کافروں کے مقابلہ میں مسلمان نوجوانوں کے خوب کام آتا ہے۔ قرآن حکیم میں باقاعدہ مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے:۔

﴿ واعدوا لهم مااستطعتم من قوة ﴾

''اے مسلمانو! تمہارے بس میں جتنی قوت ہو اُسے کافروں کے لئے تیار کر کے رکھو۔''[1]

مسلم شریف کی ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ''قوت'' کی تفسیر ''رمی'' سے کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا! لا ان القوة الرمی ألا ان القوة الرمی، ألا ان القوة الرمی یعنی خبردار قوت پھینکنا ہے، بے شک قوت پھینکنا ہے۔ بلاشبہ قوت پھینکنا ہے۔''[2]

اس پھینکنے میں جس طرح تیر کا پھینکنا داخل ہے اسی طرح اس لفظ میں گولی نشانہ پر پھینکنا، راکٹ، میزائل، بم کو ٹھیک ٹھیک نشانہ تک پہنچانا بھی داخل ہے اور ان میں سے ہر ایک کی مشق جہاں جسم اور اعصاب کی ریاضت ہے وہاں باعثِ اجر وثواب بھی ہے۔[3]

---

[1] (سورة الانفال) [2] (مسلم شریف بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۳۶)

[3] (دیکھیں بذل المجہود فی حل ابی داؤد ص ۴۲۸ جلد ۱۱ مصنفہ حضرت سہارنپوری قدس سرہ)

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" بے شک اللہ تعالیٰ ایک تیر کی بدولت تین افراد کو جنت میں داخل کر دیتا ہے ایک تیر بنانے والا جبکہ وہ تیر بنانے میں ثواب کی نیت رکھے، دوسرا تیر، پھینکنے والا اور تیسرا تیر پکڑانے والا۔ اور اے لوگو! تیراندازی سیکھو اور سواری کی مشق کرو اور سواری کی مشق سے زیادہ پسندیدہ بات مجھے یہ ہے کہ تم تیراندازی سیکھو اور جس نے تیراندازی سیکھ کر اُسے چھوڑ دیا تو اُس نے کفرانِ نعمت کیا۔ (یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری کی)۔[1]

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ مروی ہیں۔

"جس نے نشانہ بازی سیکھی اور پھر اُسے چھوڑ دیا تو وہ ہم میں سے نہیں" اور ایک روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اُس نے گناہ کا ارتکاب کیا"۔[2]

مسلم شریف کی ایک حدیث میں آپ کا یہ ارشاد بھی منقول ہے:۔

"تم پر رُوم فتح کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ تمہیں دشمنوں سے کافی ہو جائے گا تب بھی تم میں سے کوئی اپنے تیروں سے کھیلنا نہ بھولے"۔[3]

صحیح بخاری میں حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو نشانہ بازی کا شوق دلایا کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نشانہ بازی کی مشق کے لئے لوگوں کے دو فریق بنا دیتے تھے، ایک دفعہ فرمایا: "تیر چلاؤ میں فلاں فریق کی جانب ہوں گا" یہ سن کر دوسرا فریق تیر چلانے سے رک گیا، وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے عرض کیا، جب اُس فریق میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) شامل ہیں تو ہم اس کے مقابلے میں کیونکہ تیر چلا سکتے ہیں، اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تیر چلاؤ، میں تم سب کے ساتھ ہوں"۔

---

[1] (سنن دارمی، بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۳۷) [2] (مسلم شریف: بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۳۶) [3] ایضاً

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ مبارک میں بندوق ایجاد نہ ہوئی تھی، تیر بندوق کا کام دیتے تھے، دورِ حاضر میں تیر کی جگہ جدید جنگی اسلحے نے لے لی ہے، نشانہ بازی کی مشق میں یہ احتیاط ضروری ہے کہ کوئی انسان یا پالتوں جانور اس کا ہدف نہ بننے پائے کیونکہ ایسا ہدف بنانے والے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی ہے۔ (بخاری ومسلم) گویا کسی ذی روح کو تکلیف پہنچا کر اپنی تفریح کا سامان کرنا جائز نہیں۔

ان احادیث سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ نشانہ بازی کی مشق اسلام کا پسندیدہ کھیل ہے جسے سیکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ سیکھنے کے بعد اس کی مشق جاری رکھنے کی تاکید کی گئی ہے اور سیکھنے کے بعد اسے بھولنے سے منع کیا گیا ہے۔ البتہ یہ بات ضروری ہے کہ یہ "نشانہ بازی" بھی بامقصد ہو۔ یعنی ان چیزوں کے ذریعہ نشانہ بازی کی مشق کی جائے جو آئندہ چل کر جہاد میں کام آسکے۔ ورنہ بے مقصد نشانہ بازی کو احادیث میں ہی منع کیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ کنکریوں سے نشانہ لگا رہا ہے، آپ نے فرمایا کہ کنکر بازی نہ کرو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکریاں پھینکنے سے منع کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس سے نہ شکار ہوسکتا ہے نہ دشمن زخمی ہوتا ہے۔ ہاں یہ کنکری کسی کا دانت توڑ دیتی ہے اور کسی کی آنکھ پھوڑ دیتی ہے۔[1]

اسی بناء پر بے مقصد غلیل بازی کو بھی ناپسند کیا گیا کہ وہ محض فضول حرکت ہے جس کا کوئی صحیح مقصد نہیں۔ کنز العمال میں حکیم بن عباد بن حنیف کی روایت ہے کہ:-

"جب ساز و سامانِ دُنیا کی فراوانی ہوئی اور لوگوں پر موٹاپا چڑھنے لگا تو مدینہ طیبہ میں پہلی بُرائی یہ ظاہر ہوئی کہ لوگوں نے کبوتر بازی اور غلیل بازی شروع کر دی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا زمانہ تھا انہوں نے بنولیث سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب کو مدینہ منورہ میں بطور عامل مقرر کیا جن کا کام یہ تھا کہ وہ کبوتر کے پر کاٹ دیں اور غلیلیں توڑ دیں۔[2]

---

[1] متفق علیہ، بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۰۵) [2] (کنز العمال ص ۲۲۲، ج ۱۵، بحوالہ ابن عساکر)

بہر حال بامقصد نشانہ بازی جو آئندہ چل کر جہاد میں بھی کام دے سکے اسلام کا پسندیدہ کھیل ہے۔ اس مقصد کے لئے بندوق کا شکار بھی پسندیدہ کھیل ہے۔ بشرطیکہ وہ بھی شرعی حدود میں ہو۔

سواری کی مشق

اسلام کا دوسرا پسندیدہ کھیل گھڑ سواری ہے جو جہاد میں کام آسکے۔ یہ کھیل بھی ایسا ہے کہ اس میں جسم کی پوری ورزش کے ساتھ انسان میں مہارت، ہمت و جرأت اور بلند حوصلگی جیسی اعلیٰ صفات پیدا ہوتی ہیں اور وقت پڑنے پر یہ کھیل جہاد اور سفر میں خوب کام آتا ہے۔ اگر چہ قرآن و حدیث میں بالعموم گھوڑوں کا ذکر آیا ہے مگر بظاہر اس سے ہر وہ سواری مراد ہے جو جہاد میں کام نہ آسکے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

واعدوا لھم ما استطعم من قوۃ و من رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ و عدوکم و آخرین من دونھم لا تعلمونھم اللہ یعلمھم۔[1]

’’اور ان کافروں سے مقابلہ کے لئے جس قدر تم سے ہوسکے ہتھیار سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے سامان درست رکھو کہ اس کے ذریعہ سے تم رُعب جمائے رکھو اُن پر جو کہ اللہ کے دُشمن ہیں اور تمہارے دُشمن ہیں اور ان کے علاوہ دوسروں پر بھی جن کو تم نہیں جانتے ان کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔‘‘

اس کی تفسیر میں حضرت اقدس مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ تفسیر ’’معارف القرآن‘‘ میں لکھتے ہیں:۔

’’سامانِ جنگ میں سے خصوصیت کے ساتھ گھوڑوں کا ذکر اس لئے کر دیا کہ اس زمانے میں کسی ملک و قوم کے فتح کرنے میں سب سے زیادہ مؤثر و مفید گھوڑے ہی تھے اور آج بھی بہت سے ایسے مقامات میں جن کو گھوڑوں کے بغیر فتح نہیں کیا جاسکتا۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھوڑوں کی پیشانی میں اللہ تعالیٰ نے برکت رکھ دی ہے۔‘‘[2]

---

[1] (۶۰: سورۃ الانفال) [2] (تفسیر معارف القرآن ص ۲۷۲ ج ۴)

جہاد کے اس اعلیٰ مقصد کے پیش نظر جو گھوڑا پالا جائے، سدھایا جائے اُس پر سواری کی مشق کی جائے اس کا ثواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمایا ہے۔"

"جس نے اللہ کے راستے میں گھوڑا باندھ کر رکھا اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اس کے وعدہ کی تصدیق کرتے ہوئے، تو اس گھوڑے کا تمام آب ودانہ حتیٰ کہ گوبر اور پیشاب قیامت کے دن اس شخص کے ترازوئے اعمال میں ہوگا۔"[1]

مسلم شریف کی ایک حدیث میں گھوڑوں کے رکھنے کی تین صورتیں ذکر کی گئی ہیں اور ہر ایک کا حکم علیحدہ واضح کر دیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"گھوڑے تین قسم کے ہوتے ہیں۔

(۱)......بعض کے لئے ثواب

(۲)......بعض کے لئے باعث تحفظ

(۳)......اور بعض کے لئے وبال

(۱)......باعث ثواب تو وہ گھوڑے ہیں جنہیں آدمی راہِ خدا میں استعمال کرنے کے لئے تیار رکھتا ہے۔ ایسے گھوڑے اپنے پیٹ میں جو کچھ بھی اُتارتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کے عوض مالک کے لئے ثواب لکھ دیتا ہے۔ اگر مالک ان کو سبزہ زار میں چراتا ہے تو جو کچھ گھوڑے کھاتے ہیں اُس کی مقدار کے برابر اللہ تعالیٰ ثواب لکھ دیتا ہے۔ اگر دریا سے اُن کو پانی پلاتا ہے تو پیٹ میں اُترنے والے ہر قطرہ کے عوض اُسے ثواب ملے گا حتیٰ کہ لید اور پیشاب کرنے پر بھی مالک کو ثواب ملے گا۔ اگر یہ گھوڑے ایک یا دو ٹیلوں پر چکر لگائیں گے تو جو قدم اٹھائیں گے ہر ایک قدم پر مالک کے لئے ثواب لکھ دیا جائے گا۔

(۲)......اور باعثِ تحفظ وہ گھوڑے ہیں جنہیں آدمی برقراری عزت اور اظہار نعمت الٰہی کے لئے رکھتا ہے اور گھوڑے کی پشت اور شکم سے جو حقوق وابستہ ہیں انہیں فراموش نہیں کرتا خواہ تنگی ہو یا فراخی۔

[1] (بخاری شریف بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۳۶)

(۳)......اور باعث وبال وہ گھوڑے ہیں جنہیں مالک نے ریا غرور، تکبر
اور اِترانے کے لئے رکھا ہوا یسے گھوڑے مالک کے لئے وبال ہیں ۔[1]

جہاد میں گھوڑوں کی اہمیت پر کتب حدیث میں متعدد روایات ملتی ہیں جو بہت سے صفحات میں پھیلی ہوئی ہیں ۔ اُن کے مطالعہ سے جہاں یہ اندازہ ہوتا ہے کہ بہ نیت جہاد گھوڑوں کا پالنا اور سدھانا باعثِ اجر وثواب ہے وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھوڑوں کی انواع واقسام اور اُن کی صفات کا بھی خوب خوب علم تھا۔

ان احادیث طیبہ میں اگر چہ گھوڑوں کے فضائل مذکور ہیں مگر (اشتراکِ علت سے اشتراک حکم کے پیشِ نظر) جس طرح گھڑ سواری کے فضائل حدیث سے ثابت ہیں، اسی طرح ہر وہ سواری جو جہاد میں کام آتی ہو، اگر اُسے بہ نیت جہاد چلانے کی مشق کی جائے تو وہ بھی اسی حکم میں داخل ہوگی جیسے بمبار اور لڑاکا طیارے ،[2] ہیلی کاپٹر، آبدوز، بحری جہاز، ٹینک، بکتر بند گاڑیاں، جیپ، کار، موٹر سائیکل وغیرہ۔ ان سب سواریوں کی مشق اور ٹریننگ اسلامی نقطہ نظر سے اسلام کے پسندیدہ کھیلوں میں شمار ہوگی جبکہ جائز اور نیک مقاصد کے لئے اُنہیں سیکھا اور استعمال کیا جائے۔

پیراکی مشق

پیراکی بھی جسمانی ورزش اور تفریح کا ایک عمدہ ذریعہ ہے، اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں، سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

---

[1] (مسلم شریف، کتاب الزکوۃ، ص ۶۹ ج ا) [2] یہاں صحیح مسلم کی ایک حدیث کا ذکر مناسب ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''لوگوں کی زندگیوں میں بہترین زندگی اُس آدمی کی زندگی ہے جس نے اپنے گھوڑے کی لگام اللہ کے راستہ میں تھام رکھی ہو۔ اس کی پشت پر اُڑا جا رہا ہو۔ جب کبھی کوئی چیخ یا دہشت کی آواز سُنے اُڑ کر وہاں پہنچتا ہو اور قتل اور موت کی جگہوں میں موت کو تلاش کر رہا ہو۔ (مسلم شریف بحوالہ مشکوۃ المصابیح ص ۳۲۹)

اپنی اولاد کو پیراکی اور تیراندازی سکھاؤ اور ان سے کہو کہ وہ گھوڑے پے چھلانگ لگا کر سوار ہوا کریں۔[۱]

تیراکی کی مشق

تیرنے کی مشق بھی وہ بہترین جسمانی ورزش ہے جس کا حدیث میں ذکر آیا ہے۔ اس سے جہاں جسمانی قویٰ مضبوط ہوتے ہیں اور بوقت ضرورت دوسروں کی جان بچانے میں اس سے کام لیا جاسکتا ہے وہیں جہاد کی تربیت کا فائدہ بھی حاصل ہوتا ہے کیونکہ کسی بھی جنگ میں ندی، تیز پہاڑی نالے، دریا عبور کرنا قدرتی امر ہے اور آج کی جنگ میں سمندری ناکوں کو دفاعی نقطۂ نظر سے بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اس لئے ایک مسلم نوجوان کے لئے تیراکی جہاں تفریح طبع اور جسمانی ورزش کا عمدہ ذریعہ ہے وہاں یہ کھیل بوقتِ ضرورت اپنی اور دوسروں کی جان بچانے اور آئندہ جہاد کی بہترین تیاری بھی ہے اس لئے جامع صغیر اور کنز العمال کی روایت میں (جسے ہم چند صفحات پہلے ذکر کر آئے ہیں) اس کھیل کو باعث اجر وثواب قرار دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ جامع صغیر اور کنز العمال ہی کی ایک اور روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی نقل کیا گیا ہے۔

''مومن کا بہترین کھیل تیراکی ہے اور عورت کا بہترین کھیل سُوت کاتنا ہے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے بھی تیراکی کا مقابلہ ثابت ہے:۔[۲]

''حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں کہ ہم حالتِ احرام میں تھے (یعنی حج یا عمرہ کا احرام باندھا ہوا تھا) کہ مجھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہنے لگے آؤ! میں تمہارے ساتھ غوطہ لگانے کا مقابلہ کروں دیکھیں ہم میں سے کس کا سانس لمبا ہے۔

---

[۱] (مسند احمد) [۲] کنز العمال ص ۲۱۱ ج ۵ اور جامع الصغیر سے فیض القدیر ص ۴۸۸ ج ۳۔ قال المناوی وھذا الخبر وان کنا سنقر رضعفہ، فلہ، شواھد.

عوارف المعارف للسہروردی رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۴۴، طبع دار المعرفۃ بیروت،

میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے غلام احمر رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے ابن مندہ نے عمران النخلی کے طریق سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے غلام احمر سے روایت کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں: ہم غزوہ میں گئے میں کسی وادی یا نہر سے لوگوں کو پار کرانے لگا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: آج کے دن تو تم کشتی ہو۔ [۱]

امام حافظ ابو مہدی عیسیٰ بن سلیمان الرعینی الاندلسی المالقی نزیل دمشق نے اپنی کتاب "الجامع لمافی المصنفات الجوامع من اسماء الصحابة الاعلام اولی الفضل والاقدام" میں اپنی سند سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: میں ایک غزوہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا ہم کسی وادی یا نہر سے گزرے، میں لوگوں کو پار کرانے لگا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: آج تو تم کشتی بنے ہوئے ہو۔ [۲]

"الاصابہ" میں حضرت سعد بن عبادہ الانصاری رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ابن سعد سے نقل کیا ہے کہ آپ دورِ جاہلیت میں عربی میں لکھتے تھے، بہترین تیراک اور تیر انداز تھے، آپ کو کامل کہا جاتا ہے تھا۔ [۳]

"الاصابہ" ہی میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے تذکرہ میں ہے بیت اللہ سیلاب میں گھر گیا تو حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے تیر کر طواف کیا۔ [۴]

---

[۱] ضعیف حدیث۔ ابن مندہ المالکی "المؤلف" از طریق عمران النخلی از احمر مولیٰ ام سلمہ رضی اللہ عنہا (الاصابہ ج ۱ ص ۲۳، رقم: ۵۰) ابن ابی حاتم نے "الجرح والتعدیل" (ج ۶ ص ۳۰۰ میں عمران النخلی کو بلا جرح وتعدیل ذکر کیا ہے۔ [۲] الاصابہ ج ۲ ص ۵۸، رقم ۳۳۳۵۔ [۳] الاصابہ ج ۲ ص ۳۰، رقم: ۳۱۷۳ [۴] ابن ابی الدنیا، از طریق لیث بن مجاہد (الاصابہ ج ۲ ص ۳۱۰-۳۱۱، رقم ۴۶۸۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے مدینہ میں (ایام طفولیت میں) بنوعدی بن النجار کے کنوئیں میں خوب تیرنا سیکھا۔ رزقانی نے ''شرح المواھب'' میں کہا ہے: حافظ سیوطی نے اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تیراک ہونے پر استدلال کیا ہے، اس سے انہوں نے اپنے ان معاصرین کا رد کیا ہے جو آپ کے تیراک ہونے کے قائل نہیں ہیں اور کہتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سمندر کا سفر نہیں کیا اور حرمین میں سمندر (دریا) نہیں ہے۔

حافظ سیوطی نے کہا ہے: ابن القاسم البغوی اور ابن عساکر نے مرسلا اور ابن شاہین نے موصولاً حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر شخص اپنے ساتھی کی طرف تیرے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف تیر کر گئے یہاں تک کہ ان سے معانقہ کیا اور فرمایا: میں اور میرا ساتھی، میں اور میرا ساتھی۔[1]

حضرت عطاء بن رباح سے روایت ہے کہتے ہیں: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت جابر بن عمیر الانصاری رضی اللہ عنہم کو دیکھا یا ہم تیراندازی کا مقابلہ کر رہے تھے، ان میں سے ایک تھک کر بیٹھ گئے، تو دوسرے نے کہا: تم سست پڑ گئے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ذکرِ الٰہی کے ماسوا ہر شے لغو اور بھول ہے سوائے چار کاموں کے، نشانہ بازی، گھوڑے کی تربیت، اپنے اہل کے ساتھ دل لگی اور تیرا کی سیکھنا۔[2]

---

[1] (السيرة الحلبية، مع الرسالة العلمية للتجيبي ج ۱ص ۱۹۲ ضعیف حدیث، مرسل اور موصول دونوں حالتوں میں ضعیف ہے) [2] جید الاسناد حدیث۔ نسائی ''عشرة النساء'' (ج ۲ص ۷۴)، ابونعیم ''احادیث ابی القاسم اصم'' ص ۱۷۔۱۸، طبرانی ''الکبیر'': ۱۷۸۵، از جابر بن عبداللہ، جابر بن عمیر رضی اللہ عنہما۔ علامہ ہیثمی نے ''مجمع الزوائد'' (ج ۵ص ۲۶۹) میں کہا ہے: اس حدیث کو طبرانی نے ''الاوسط'' (حدیث: ۲۲۹) مجمع البحرین'' اور الکبیر'' میں اور بزاز (حدیث: ۱۷۰۴) نے روایت کیا ہے، عبدالوہاب بن بخت کے علاوہ طبرانی کے راوی صحیح کے راوی ہیں، عبدالوہاب بھی ثقہ ہے۔

اسحاق بن ابراہیم القراب نے مکحول کے طریق سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے شام والوں کو لکھا: اپنی اولاد کو تیرا کی اور شہ سواری سکھاؤ۔

القراب نے سلیمان التیمی سے روایت کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو پسند فرماتے تھے کہ آدمی تیراک اور تیر انداز ہو۔[1]

اس سلسلہ میں "الدر المنثور" میں آیت کریمہ: واعدوا لهم ما استطعتم من قوة[2] کی تفسیر میں حافظ سیوطی کا رسالہ "الباحة فی فضل السباحة" اور "الاکلیل" میں سورۂ یوسف کی آیت کریمہ: انا ذهبنا نستبق[3] کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔ اس میں دوڑ کے مقابلوں، جسمانی ورزشوں، سواری کے جانوروں کی تربیت اور دیگر تمام ضروری مشقوں کا ذکر شامل ہے۔

پیدل دوڑنا

اپنی صحت وقوت کے مطابق ہلکی یا تیز دوڑ وہ بہترین جسمانی ورزش ہے جس کی افادیت پر سارے اطباء اور ڈاکٹر متفق ہیں۔ جامع صغیر کی گذشتہ حدیث میں اس کا بھی پسندیدہ کھیلوں میں ذکر ہے۔ کیونکہ اس سے وہ سستی اور کاہلی دُور ہوتی ہے جو اسلام کی نگاہ میں سخت ناپسندیدہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پناہ مانگی ہے کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہم اجمعین سے بخاری و مسلم میں کئی روایت مروی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دُعا مانگا کرتے تھے:۔

اللّٰهم انی اعوذ بك من العجز و الکسل والجبن والبخل والهرم.

"اے اللہ! میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں عاجزی سے، سستی سے، بزدلی سے، کنجوسی سے اور بڑھاپے سے۔"[4]

---

[1] ضعیف حدیث۔ قراب از سلیمان التیمی مرسلا۔ [2] (الانفال ۶۰) [3] (یوسف: ۱۷)
[4] (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۱۶)

پیدل دوڑ سے سُستی کاہلی دُور ہونے کے علاوہ جسم اور قوی مضبوط ہوتے ہیں اور آدمی جہاد وعبادت اور خدمتِ خلق کے لئے تیار ہوتا ہے۔ نیز اُس سے مصنوعی وقار ٹوٹ کر مسلمان کی طبیعت میں فرحت اور کشادہ دلی پیدا ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بھی اس پر عمل کرنے میں نہ ہچکچاتے تھے۔

(۱)...... حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں چلے جا رہے تھے۔ ہمارے ساتھ ایک انصاری نوجوان بھی تھا جو پیدل دوڑ میں کبھی کسی سے مات نہ کھاتا تھا، وہ راستہ میں کہنے لگا " ہے کوئی جو مدینہ طیبہ تک مجھ سے دوڑ لگائے؟ ہے کوئی دوڑ لگانے والا میں نے ان سے کہا تم نہ کسی شریف کی عزت کرتے ہو اور نہ کسی شریف آدمی سے ڈرتے ہو۔ وہ پلٹ کر کہنے لگا کہ ہاں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ مجھے کسی کی پرواہ نہیں، سلمہ بن الاکوع کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیجئے کہ میں ان صاحب سے دوڑ لگاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے اگر تم چاہو۔ چنانچہ میں نے اُن سے مدینہ تک دوڑ لگائی اور جیت گیا۔[1]

(۲)...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر بن العوام میں دوڑ کا مقابلہ ہُوا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ آگے نکل گئے تو فرمایا ربّ کعبہ کی قسم! میں جیت گیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد دوبارہ دوڑ کا مقابلہ ہُوا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آگے نکل گئے تو انہوں نے بھی وہی جملہ دہرایا "ربّ کعبہ کی قسم! میں جیت گیا"۔[2]

میاں بیوی کی باہمی دل لگی

جو احادیث اُوپر گزریں ان میں یہ بات بھی بیان کی گئی ہے کہ میاں بیوی کا ایک ایک دوسرے کے ساتھ کھیلنا نہ صرف جائز بلکہ باعثِ اجر وثواب ہے۔ یعنی میاں بیوی

[1] (صحیح مسلم اور مسند احمد، بحوالہ احکام القرآن ص ۱۹۰ ج ۳) [2] (کنز العمال ص ۲۲۴ ج ۱۵)

دونوں کو ثواب ملتا ہے۔ازدواجی زندگی کے مختلف پہلو اور پھر اس میں جنسی تعلقات کے بارے میں شریعت نے ہمیں بہت واضح دوٹوک اور تفصیلی ہدایات دی ہیں جن پر ایک مفصل کتاب لکھی جاسکتی ہے اور اس موضوع پر پہلے سے تفصیلی مواد موجود بھی ہے۔ لیکن یہاں ہم ازدواجی زندگی کے تمام پہلوؤں سے بحث کرنے کے بجائے مختصر طور پر صرف وہ روایات درج کرتے ہیں جن سے ازدواجی زندگی کے صرف ایک اہم پہلو پر روشنی پڑتی ہے اور وہ ہے میاں بیوی کا ایک دوسرے سے ہنسنا بولنا، ایک دوسرے کے ساتھ کھیلنا اور ایک دُوسرے سے تفریح طبع حاصل کرنا۔

جو روایات یہاں درج کی جارہی ہیں اُن سے واضح ہوگا کہ اسلام کی نگاہ میں میاں بیوی کے اس حلال جنسی تعلق کی کس قدر اہمیت ہے۔ کیونکہ اس حلال تعلق کی لذت و تسکین، مسلمان مرد اور عورت کو حرام کاری و بدنگاہی سے بھی بچاتی ہے اور اُسے دُنیا اور آخرت کے اعلیٰ وارفع مقاصد کی جدّ وجہد کے لئے بھی تیار کرتی ہے۔ مسلمان میاں بیوی جب حرام کاری اور بدنگاہی سے بچنے، سکون حاصل کرنے، جی بہلانے، ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے، ایک دوسرے کو خوش کرنے یا صالح اولاد حاصل کرنے کی نیت سے جب ایک دوسرے کے ساتھ کھیلتے ہیں تو ان کا یہ فعل عام حیوانی فعل کے بجائے حق، صدقہ اور عبادت کی شکل اختیار کرلیتا ہے اور اس پر دونوں کے لئے اجروثواب لکھا جاتا ہے۔

(۱)......قرآن حکیم میں ارشاد ہے:۔

ومن آیاته أن خلق لکم من انفسکم از واجاً لتسکنوا الیها وجعل بینکم مودة ورحمة ان فی ذلك لا یات لقوم یتفکرون [1]

"اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تمہارے لئے تمہاری نوع انسان ہی میں سے بیویاں بنائیں تاکہ تمہیں اُن کے پاس سکون ملے اور اللہ کریم

---

[1] (۲۱:۳۰ سورۂ روم)

نے تمہارے (یعنی میاں بیوی کے) درمیان محبت اور ہمدردی پیدا کی، اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو فکر سے کام لیتے ہیں۔"

حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب قدس سرہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

"یعنی ان کو اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ تمہیں ان کے پاس پہنچ کر سکون ملے مرد کی جتنی ضروریات عورت سے متعلق ہیں ان سب میں غور کیجئے تو ان سب کا حاصل سکون قلب اور راحت واطمینان نکلے گا۔ اللہ تعالیٰ نے زوجین کے درمیان صرف شرعی اور قانونی تعلق نہیں رکھا بلکہ اُن کے مابین مودّت اور رحمت پیوست کردی۔[1]

حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ اپنے ایک طویل ملفوظ "نصر النساء" میں یہ آیت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:۔

"حاصل یہ ہے کہ عورتیں اس واسطے بنائی گئی ہیں کہ اُن سے تمہارے قلب کو سکون ہو، قرار ہو، جی بہلے تو بیویاں جی بہلانے کے واسطے ہیں نہ کہ روٹیاں پکانے کے واسطے۔ اور آگے جو قرآن نے فرمایا کہ تمہارے درمیان محبت کا زمانہ تو جوانی کا زمانہ ہے اُس وقت جانبین میں جوش ہوتا ہے اور ہمدردی کا زمانہ ضعیفی کا ہے۔[2]

(۲)...... جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ مسند احمد، صحیح ابن خزیمہ وغیرہ کے حوالوں سے وہ معروف حدیث پہلے گزر چکی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو کھیل بھی انسان کھیلتا ہے سب بیکار ہے سوائے تین کے (۱) (نشانہ بازی (۲) گھوڑسواری اور (۳) مرد کا اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنا کہ یہ تینوں کھیل حق میں سے ہیں۔ (یعنی کارآمد ہیں)

(۳)...... حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جب ایک بیوہ سے شادی کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے وجہ پوچھتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

---

[1] (تفسیر معارف القرآن ص ۷۳۶ ج ۶) [2] (حقوق الزوجین ص ۱۵۵)

''تم نے کنواری سے کیوں شادی نہ کی کہ تم اس سے کھیلتے اور وہ تم سے کھیلتی، اور تم اس سے ہنسی مذاق کرتے اور وہ تم سے ہنسی مذاق کرتی ہے۔[1]

(۴)......حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے کہ جناب رسول ﷺ نے فرمایا:

''بے شک جب مرد اپنی بیوی کو محبت سے دیکھتا ہے اور بیوی محبت سے شوہر کو دیکھتی ہے تو اللہ تعالیٰ دونوں کو رحمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور جب مرد اپنی بیوی کا محبت سے ہاتھ تھامتا ہے تو دونوں کی انگلیوں کے درمیان سے گناہ جھڑنے لگتے ہیں۔[2]

(۵)......کنز العمال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے:۔

''اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ مرد اپنی بیوی کے ساتھ کھیلے، اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ دونوں کو ثواب عطا فرماتے ہیں۔

اور اسی وجہ سے دونوں کو رزقِ حلال عطا فرماتے ہیں۔[3]

(۶)......حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

''مومن کا معاملہ عجیب ہے اگر اُسے کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا اور شکر ادا کرتا ہے اور اگر کوئی مصیبت آتی ہے تو بھی اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا اور صبر کرتا ہے تو مومن کو اس کے ہر کام میں ثواب ملتا ہے یہاں تک کہ اس لقمہ میں بھی ثواب ہے جو شوہر اُٹھا کر اپنی بیوی کے مُنہ میں رکھے۔[4]

---

[1] یہ مشہور حدیث ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ بخاری و مسلم کے متعدد مواقع کے علاوہ ابوداؤد ترمذی، ابن ماجہ، نسائی، دارمی اور مسند احمد وغیرہ میں بھی مذکور ہے: وفی روایة الطبرانی: وتعضها وتعضك راجع لجمع الروایات الی تکملة فتح الملهم بشرح صحیح الامام مسلم للشیخ محمد تقی العثمانی ص۱۱۶ج۱)

[2] کنز العمال ص ۲۷۶ ج ۱۶ ذکره السیوطی فی الجامع الصغیر ورمز الی کون الحدیث صحیحاً قال المناوی فی شرح: رواه میسرة بن علی فی مشیخته المشهورة والرافعی امام الدین عبد الکریم القزوینی فی تاریخه أی تاریخ قزوین ص ۲۳۳ ج ۲ فیض القدیر شرح الجامع الصغیر.

[3] سند کی تحقیق نہیں ہو سکی البتہ صاحب کنز العمال نے یہ روایت کامل ابن عدی اور ابن الال کے حوالہ سے نقل کی ہے۔

[4] (السنن الکبری للبیهقی، بحواله مشکوٰة المصابیح ص ۱۵۱)

(۷)۔۔۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ہر تسبیح پر یعنی سبحان اللہ کہنے پر صدقہ کا ثواب ملتا ہے، الحمد للہ کہنا اللہ اکبر کہنا، لا الٰہ الا اللہ کہنا، نیکی کا حکم دینا، برائی سے روکنا، ان میں سے ہر ایک پر صدقہ کا ثواب ملتا ہے، یہاں تک کہ اپنی بیوی کے ساتھ جماع میں بھی صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حیرانی سے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میں سے کوئی اگر اپنی شہوت بیوی سے پوری کرے تو کیا اُسے ثواب ملتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے اگر کوئی اپنی شہوت حرام سے پوری کرتا تو گناہ نہ ہوتا؟ بس اسی طرح اگر وہ اپنی شہوت حلال سے پوری کرے گا تو ثواب ملے گا۔"[۱]

(۸)۔۔۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ خدا کی قسم! میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے حُجرے کے دروازے پر کھڑے ہو گئے جبکہ کچھ حبشی نیزوں کے ساتھ مسجد (کے باہر صحن) میں نیزوں سے کھیل رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چادر سے مجھے چھپا رہے تھے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کان اور کندھوں کے درمیان سے حبشیوں کو کھیلتے دیکھ رہی تھی۔ آپ ﷺ میری وجہ سے کھڑے رہے یہاں تک کہ میں خود ہی واپس ہوئی۔ اب خود اندازہ کرو کہ کھیل کود کی شوقین ایک کم عمر لڑکی کتنی دیر تک دیکھتی رہی ہوگی۔"[۲]

۱؎ (مسلم شریف بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۶۸)

۲؎ (مسند امام احمد ص ۸۴ ج ۶)

(۹)......ایک بار حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو عرب کی گیارہ عورتوں اور اُن کے شوہروں کا قصہ سنایا۔ یہ تفصیلی قصہ حدیث کی کتابوں میں "حدیث امّ زرع" کے نام سے معروف ہے۔[۲]

(۱۰)......ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ آدمی کو اپنے گھر والوں میں بچہ کی مانند رہنا چاہئے۔ہاں کام کا وقت ہو تو پورا مرد نظر آئے۔[۳]

جو احادیث اُوپر تحریر کی گئیں اُن سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ازدواجی زندگی میں میاں بیوی کی محبت اور اُن کے مابین صحیح تعلق کی اسلام کی نگاہ میں کیا قیمت ہے؟ یہ احادیث جہاں اُن لوگوں کے لئے باعثِ تنبیہ ہیں جو اپنی بیویوں کو گھر چھوڑ کر بازاروں، پارکوں میں بدنگاہی کرتے اور حرام تعلقات میں مُبتلا ہو کر جہنم کی آگ خریدتے ہیں وہاں ان احادیث میں دیندار مرد اور دیندار خواتین کے لئے بھی بڑی نصیحت ہے جو ان حلال تعلقات میں بیجا شرم سے کام لے کر ازدواجی سکون کو اپنے ہاتھوں تباہ کرتے ہیں۔

البتہ یہ امر طے شدہ ہے کہ میاں بیوی کا یہ گہرا تعلق کسی بھی حال میں حقوق اللہ اور دیگر حقوق العباد سے غفلت کا باعث نہیں بننا چاہئے اور یہ جائز اور باعثِ ثواب کھیل، کھیل ہی کے درجہ میں رہنا چاہئے زندگی کا مقصود نہیں بننا چاہئے۔اور سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ کھیل یا میاں بیوی کا تعلق زندگی کے اعلیٰ ترین مقاصد و فرائض، نماز، روزہ، حج و جہاد، دعوت و تبلیغ کی راہ میں بہر حال رکاوٹ نہیں بننا چاہئے۔کیونکہ افراط و تفریط سے بچ کر صراط مستقیم پر گامزن رہنا ہی ایک مومن کی اصل کامیابی ہے۔

---

[۱] (ابی داؤد بحوالہ مشکوۃ المصابیح ص ۲۸۱ و مسند احمد ص ۲۹ ج ۶ و ص ۲۶۴)

[۲] (جمع الفوائد ص ۳۹۵ ج ۱) [۳] (کنز العمال ص ۵۷۳ ج ۱۶)

تفریح طبع کے لئے فرصت میں اچھے شعر سُننا سنانا

(۱)......حضرت عمرو بن الشرید اپنے والد حضرت شرید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سواری پر بیٹھا چلا جارہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا "کیا تمہیں اُمیہ بن ابی الصلت کے اشعار یاد ہیں؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سناؤ" میں نے ایک شعر سنایا۔ آپ نے فرمایا: "اور" میں نے ایک اور شعر سنایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور کچھ" یہاں تک کہ اسی طرح میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سو ۱۰۰ شعر سُنائے۔[۱]

(۲)......حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ خندق کے موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خندق سے مٹی منتقل کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیٹ مٹی سے اٹا ہوا تھا اور زبان مبارک پر یہ شعر تھے۔

واللہ لو لا اللہ ما اھتدینا	ولا تصدقنا ولا صلینا
فانزلن سکینۃ علینا	وثبت الاقدام لاقینا
ان الاولی قد بغوا علینا	اذا أرادوا فتنۃ أبینا

ترجمہ:......اللہ کی قسم! اگر اللہ کی ذات نے رہنمائی نہ کی ہوتی تو ہم ہدایت یافتہ نہ ہوتے، نہ خیرات کرتے نہ نماز پڑھتے۔ اے اللہ! ہم پر سکینت نازل فرما اور کافروں سے جنگ میں ہمیں ثابت قدم فرما۔ ان کافرین نے ہم پر چڑھائی کی ہے۔ اگر یہ لوگ ہمیں فتنوں میں مبتلا کرنے کی کوشش کریں گے (یعنی اسلام سے پھیرنے کی) تو ہم انکار کردیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب ان اشعار کے آخر میں "ابینا" (ہم انکار کریں گے) پر پہنچے تو آواز بلند کر کے فرماتے: ابینا! ابینا"۔[۲]

[۱] (مسلم شریف بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۰۹) [۲] (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۰۹)

(۳)......خوات بن جبیر فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ایک قافلہ میں حج کے لئے روانہ ہوئے جن میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بن الجراح اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بھی شامل تھے۔ راستہ میں لوگوں نے فرمائش کی کہ اے خوات کچھ اشعار ترنم سے سناؤ۔ میں نے اشعار سنائے۔ کچھ لوگوں نے فرمائش کی کہ ضرار (شاعر) کے اشعار سناؤ۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بولے خوات کو اپنے دل کی آواز (یعنی اپنے اشعار) سُنانے دو۔ چنانچہ میں ساری رات اشعار سُناتا رہا۔ یہاں تک کہ صبح ہونے لگی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بولے، اے خوات اب اپنی زبان روک لو کیونکہ اب صبح ہو رہی ہے[1]

(۴)......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ قرآن وحدیث کے علوم میں طویل عرصہ تک منہمک رہتے پھر تفریح طبع کے لئے اپنے ساتھیوں سے فرماتے "آؤ منہ کا ذائقہ تبدیل کریں چنانچہ اخبار واشعار کا تذکرہ کر کے نشاط حاصل کرتے۔"[2]

(۵)......ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء بن ابی رباح سے اشعار پڑھنے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا اگر اشعار فحش نہ ہوں تو میں ان کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔"[3]

ان روایت سے معلوم ہوا کہ فرصت کے لمحات میں (مثلاً سفر وغیرہ میں) اگر اچھے اشعار کے ذریعے تفریح طبع حاصل کی جائے تو شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔[4]

---

[1] (کنز العمال ص ۲۲۸ ج ۱۵ ص ۲۲۸ ج ۱۵، السنن الکبریٰ للبیھقی ص ۲۲۴ ج ۱۰)
[2] (احکام القرآن از حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۹۵ ج ۳) [3] (السنن الکبری للبیھقی ص ۲۲۵ ج ۱۰) [4] فی الفتاوی الھندیۃ، ومنھم من قال یجوز التغنی لدفع الوحشۃ اذا کان وحدہ ولایکون علی سبیل اللھو والیہ مال شمس الائمۃ السرخسی رحمۃ اللہ علیہ انشاد ما ھو مباح من الاشعار لا باس بہ. واذا کان فی الشعر صفۃ المرأۃ ان کانت امرأۃ بعینھا وھی حیۃ یکرہ وان کانت میتۃ لا یکرہ وان کانت امرأۃ مرسلۃ لا یکرہ. ص ۳۵۱ ج ۵.

بلکہ تفریح طبع کے لئے مناسب سفر کی بھی شرعاً گنجائش ہے۔[۱]

شعروشاعری ایک ایسا مشغلہ ہے جو بعض طبائع پر جادو کا اثر کرتا ہے اور انہیں فرحت اورنشاط مہیا کرنے کا باعث ہوتا ہے، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعروشاعری کی تعریف بھی فرمائی اور اس کی مذمت بھی کی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس شعروشاعری کو بُرا قرار دیا ہے جو مشرکانہ ہو اور لوگوں کو گمراہی میں مبتلا کرے، اُن میں عاداتِ رذیلہ پیدا کرے اور اُن کے سفلی جذبات ابھار کر بدکاری کی ترغیب دے، جو فحش عریاں اور یکسر جھوٹ ہو، اور جو اللہ کے ذکر سے دلوں کو غافل کردے۔ اس کے برعکس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شعروشاعری کو اچھا قرار دیا ہے جو لوگوں کے اندر نیکی کا جذبہ پیدا کرے، انہیں دین کی طرف مائل کرے اور انہیں اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ومحبت کی ترغیب دے، اس کے علاوہ اُن میں شرافت، جوانمردی اور حُسن عمل کی روح پیدا کرے۔

بیشتر صحابہ رضی اللہ عنہم شعروسخن کا ذوق رکھتے تھے، ان میں بعض کو بارگاہ نبوت میں شعروشاعری کی بنا پر خصوصیت حاصل تھی، مثلاً حضرت حسان بن ثابت، حضرت عبداللہ بن رواحہ اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہم۔ ان میں سے ہی ایک کا لقب ''شاعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان تینوں کے اشعار نہایت شوق سے سنتے اور داد دیتے تھے، وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نہایت مخلص جاں نثار تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کفار کے ہجویہ اشعار کا جواب دیا کرتے تھے، ان کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت حمزہ، حضرت عباس، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت جعفر بن ابی طالب، حضرت ضرار بن خطاب، حضرت خوات بن جبیر اور دوسرے بے شمار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین شعروشاعری میں درک رکھتے تھے، بلکہ ان میں بعض کا شمار فحول شعرا میں ہوتا ہے

---

[۱] (رفیق سفر از حضرت محمد مفتی شفیع رحمۃ اللہ علیہ)

مثلاً حضرت لبید بن ربیعہ اور حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہما۔ زمانہ حال کے ایک عرب مصنف جرجی زیدان نے ''جمہرۃ العرب'' کے حوالے سے لکھا ہے کہ کوئی صحابی ایسا نہ تھا جس نے اپنی زندگی میں کوئی نہ کوئی شعر نہ کہا ہو یا نہ پڑھا ہو۔

بعض اہل سیر نے خود خاندان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لکھا ہے کہ بنو عبدالمطلب کے مردوں اور عورتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی ایسا نہ تھا جس نے شعر نہ کہا ہو۔[1]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ (بعض) شعر حکمت (پر مبنی) ہوتے ہیں۔[2]

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لبید بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ جاہلیت کے کلام کا یہ مصرع سنا:

﴿ الا کل شیئ ما خلا اللّٰہ باطل ﴾

خبردار رہو، اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے (یعنی فنا ہو جانے والی ہے)

تو فرمایا: ''لبید کی یہ بات سب سے زیادہ سچی ہے''۔

حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ نے اپنا (شہرۂ آفاق) قصیدہ ''بانت سعاد'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دادیوں دی کہ اپنی ردائے مبارک اتار کر کعب رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر ڈال دی۔

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور اُن سے فرمائش کر کے دیر تک اشعار سنتے رہے اور آخر میں فرمایا:

کفار پر ان کی زد تیر سے بھی زیادہ سخت ہے۔

عرب کی نامور مرثیہ گو حضرت خنساء رضی اللہ عنہا قبول اسلام کے لئے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بڑی دیر تک اُن کا کلام فصیح و بلیغ سنتے رہے، وہ سناتی جاتی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے جاتے تھے: ''شاباش! اے خنساء''۔

---

[1] (اسوۂ صحابہ، جلد دوم) [2] (بخاری)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت کے نتیجے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذوق سخن کو بھی جلا ملتی تھی اور وہ شعروسخن کے بڑے اداشناس بن گئے تھے۔

کُشتی کے مقابلے

سیرت ابن اسحاق وغیرہ میں ہے مکہ مکرمہ میں زبردست طاقتور، بہترین پہلوان تھا، مختلف علاقوں کے لوگ اس سے کشتی میں مقابلہ کرنے کے لیے آتے تھے وہ ان کو پچھاڑ دیتا تھا، ایک مرتبہ وہ مکہ کی کسی گھاٹی میں تھا کہ اس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوگئی، آپ نے فرمایا: اے رکانہ! کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے اور میری دعوت پر لبیک نہیں کہتے: رکانہ نے کہا: اے محمد! آپ کی سچائی پر کوئی گواہ ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، دیکھو اگر میں تم کو پچھاڑ دوں تو کیا تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ گے؟ رکانہ نے کہا: ہاں، آپ نے فرمایا: کشتی کے لیے تیار ہو جاؤ، وہ بولا: میں تیار ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قریب ہوئے اور اسے پچھاڑ دیا، رکانہ حیرت زدہ رہ گیا، اس نے دوبارہ کشتی لڑنے کو کہا، آپ نے اسے دوسری اور تیسری مرتبہ بھی پچھاڑ دیا رکانہ نے متعجب ہو کر کہا: آپ کا عجیب معاملہ ہے، آپ کی عجب شان ہے۔[۱]

اسے ابونعیم اور بیہقی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع اور مرسل دونوں طریقوں سے روایت کیا ہے۔

رُکانہ کا نسب یہ ہے: رُکانہ ابن عبد یزید بن ہاشم بن المطلب بن عبد مناف قرشی مکی، فتح مکہ کے سال دولتِ ایمان سے مشرف ہوئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ۴۲ھ میں مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔ رضی اللہ عنہ

رکانہ قوی، جسیم اور طاقتور انسان تھے، مشہور پہلوان تھے، کشتی میں کسی سے شکست نہیں کھائی تھی، ہمیشہ حریف کو پچھاڑ دیا کرتے تھے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کشتی میں پچھاڑ دیا تھا۔

---

[۱] السیرۃ النبویہ ج ۱ ص ۳۹۰۔

''حواشی ابن الطیب الفاسی علی القاموس'' میں رکانہ کے بارے میں ہے: ان کا قصہ مشہور ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے معجزانہ طور پر پچھاڑ دیا، حالانکہ وہ مشہور زمانہ پہلوان تھا، رکانہ اس قدر زور آور تھا کہ وہ اونٹ کی تازہ اتری ہوئی کھال پر کھڑا ہو جاتا دس آدمی مل کر اس کھال کو کھینچتے، کھال پھٹ جاتی مگر رکانہ اپنی جگہ سے نہ ہلتا۔[1]

امام بیہقی نے روایت کیا ہے رکانہ بڑا قوی وجسیم اور سخت زور آور تھا، وہ گائے کی کھال پر کھڑا ہوتا، دس آدمی اس کے کنارے پکڑ کر کھینچتے، کھال کو اس کے قدموں سے نکالنے کی کوشش کرتے، کھال پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی رکانہ نہ ہلتے، رسول ﷺ نے اس کو پچھاڑ دیا۔

متعدد طرق سے رسول اللہ ﷺ کے سامنے حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کی باہم کشتی کا ذکر بھی کتابوں میں موجود ہے۔

''نسیم الریاض'' میں ہے حدیث رکانہ سے باہم کشتیوں کا جواز ثابت ہوتا ہے البتہ مال کی شرط پر علماء نے اسے حرام کہا ہے، جس طرح دوڑ کے مقابلے ہیں یا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔

احادیث مبارکہ کی روشنی میں ہر وہ کسرت اور کھیل جائز ہے جس سے جسمانی قوت حاصل ہو، قاضی سلمان منصور پوری نے ''رحمۃ للعالمین'' میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو مردانہ ورزشوں کا شوق دلایا کرتے۔

ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ کشتی کے فن کو خود سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم کی سندِ قبولیت حاصل ہے۔ اہل سیر نے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ کشتی لڑا کرتے تھے۔ فی الحقیقت کشتی ایک اعلیٰ درجے کی مردانہ ورزش ہے جو تفریح اور قوت کے حصول کا ایک اچھا ذریعہ ہے۔

---

[1] المواہب، الشفاء وغیرہ، امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث غریب ہے اس کا اسناد قائم نہیں۔ ''الاصابہ'' میں ابن حبان کا یہ قول مذکور ہے کہ کشتی والی روایت کا اسناد محل نظر ہے قابل اعتماد نہیں ہے۔

دوڑنا

دوڑنا اور دوڑ میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرنا بھی ایک مفید ورزش ہے۔ بہت سی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت تیز رفتار تھے اور دوڑنے میں ایک دوسرے سے مقابلہ کیا کرتے تھے، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ایسا کرنے کی بخوشی اجازت دے دیتے۔ مسند احمد اور سنن ابوداؤد میں روایات ہے کہ خود سیدالانام صلی اللہ علیہ وسلم نے دو موقعوں پر اپنی حرم محترم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑ لگائی، ایک مرتبہ ایک غزوہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رفیق سفر تھیں، ایک مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو آگے بڑھ جانے کا حکم دیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: آؤ دوڑ لگائیں، دیکھیں کون آگے نکلتا ہے'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دبلی تھیں، آگے نکل گئیں۔ چند سال بعد پھر اسی قسم کا ایک موقع آیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اب میرا جسم بھاری ہو گیا تھا، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسابقت میں مجھے ہرا دیا اور فرمایا: ''عائشہ! یہ اس دن کا جواب (بدلہ) ہے''۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ''الاصابہ'' میں لکھا ہے کہ مشہور صحابی حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ گھوڑے سے بھی زیادہ تیز دوڑتے تھے اور اگر کسی اسپ (گھڑسوار) سوار سے مقابلہ پیش آجاتا تو وہ اس سے آگے بڑھ جاتے تھے، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان پر بڑی شفقت فرمایا کرتے تھے۔ ۶ ہجری میں غزوۂ ذی قرد (غابہ) سے واپسی کے سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بڑے لطف وکرم سے اپنی اونٹنی عضباء پر اپنے پیچھے بٹھالیا اور دوسرے سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی اپنی سواریوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلو میں تھے۔ یہ مقدس قافلہ ابھی مدینہ منورہ سے کئی میل دور تھا کہ ایک انصاری صحابی، جن کو اپنی تیز رفتاری پر بڑا ناز تھا، بار بار آواز لگانے لگے: ''کیا کوئی مدینہ تک دوڑ میں مجھ سے بازی لے جا سکتا ہے؟''۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے کانوں میں ان کی آواز پڑی تو انہوں نے پکار کر اُن صاحب سے کہا: ''کیا تم کسی معزز شخص کی عزت نہیں کرتے؟ کیا تم کسی شریف آدمی سے نہیں ڈرتے؟''۔ انہوں نے کہا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی سے نہیں''۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: ''یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر قربان، مجھے اجازت دیں کہ میں اس کے ساتھ دوڑ لگاؤں''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو تمہاری مرضی''۔ اب حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے انصاری صحابی رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا: ''تیار ہو جاؤ میں تمہارے ساتھ دوڑ لگاؤں گا''۔ چنانچہ دونوں اپنی اپنی سواریوں سے اتر پڑے اور مدینے کی جانب دوڑنے لگے، حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اُسے تھوڑی دیر مہلت دی اور اپنے آپ کو اُس سے پیچھے رکھا، پھر میں دوڑ میں اُس سے مل گیا اور اُس کے بازوؤں پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا: ''خدا کی قسم! اب میں تجھ سے آگے بڑھا'' وہ ہنس پڑا اور کہنے لگا: ''میرا بھی یہی خیال ہے''۔ پس مدینے کے قریب میں اُس سے آگے بڑھ گیا۔

حضرت عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ بھی سبک رفتار تھے۔ اہلِ سیر نے ان کی غیر معمولی تیز رفتاری کے کئے واقعات بیان کیے ہیں۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی تیز رفتاری پسند تھی، اور انہیں بعض اہم امور کی انجام دہی کے لئے روانہ فرمایا کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور کئی دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی دوڑ لگانے میں بہت تیز تھے۔

نیزہ بازی

نیزہ بازی اور شمشیر زنی کے مشغلے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اِن فنون میں مہارت رکھنے والوں کی تحسین فرمایا کرتے تھے، ایک مرتبہ عید کے دن حبشیوں نے مسجد میں نیزہ بازی کے کرتب دکھانا چاہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دے دی۔[1]

---

[1] (صحیح بخاری)

ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حبشیوں کو اس سے روکنا چاہا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عمر! انہیں چھوڑ دو"۔

ہواخوری

ہواخوری یا کھلی ہوا میں سیر کرنے میں جو فائدے ہیں، وہ کسی وضاحت کے محتاج نہیں، ہواخوری کے لئے صبح کا وقت نہایت موزوں ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو صبح سویرے جاگنے کی بے حد تلقین فرمایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق صبح سویرے اٹھنا کارِ ثواب بھی ہے اور روزی میں برکت کا باعث بھی ہے۔[۱]

سیر وسیاحت

سیر وسیاحت بھی تفریح کا ایک عمدہ ذریعہ ہے، اس سے ایک طرف مختلف مقامات کو دیکھنے اور وہاں کے لوگوں سے ملنے کا موقع ملتا ہے، دوسری طرف معلومات میں اضافہ ہوتا ہے اور ساتھ ہی حصول علم اور تجارت کے ذرائع تلاش کرنے میں مدد ملتی ہے۔ اسی لئے قرآن کریم میں "سیروا فی الارض" کی تلقین کی گئی ہے۔

خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارتی قافلوں کے ساتھ طویل سفر کئے ہیں، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحصیلِ علم کے لئے سفر کرنے والوں کو بھی بے انتہا اجر و ثواب کی بشارت دی ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سفر سے واپس آکر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے سفر کے حالات پوچھا کرتے اور بڑی توجہ اور دلچسپی سے ان کی باتیں سنتے، بعض باتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر پسند آتیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعد میں دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی بڑے لطف وانبساط سے یہ باتیں سنایا کرتے۔

---

۱ (مشکوٰۃ شریف)

خوشبو

خوشبو، تفریح اور نشاطِ طبع کے لئے نہایت کار آمد شے ہے، اطباء کا قول ہے کہ خوشبو سے انسانی دماغ میں تازگی، توانائی اور تخیل میں جدت اور سوجھ بوجھ پیدا ہوتی ہے، خوشبو دل کو طاقت دیتی اور انسان میں حوصلہ اور امنگ پیدا کرتی ہے۔

صحیح بخاری اور شمائل ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو کا استعمال بہت مرغوب تھا، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو کا ہدیہ کبھی واپس نہ کرتے، ایک خاص قسم کا عطر یا خوشبو ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استعمال میں رہتی، صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ جس گلی کوچے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوتا وہ معطر ہو جاتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ مردوں کی خوشبو ایسی ہونی چاہئے کہ خوشبو پھیلے اور رنگ نظر نہ آئے اور عورتوں کی ایسی کہ خوشبو نہ پھیلے اور رنگ نظر آئے۔[1]

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس شخص کو خوشبودار پھول (ہدیے کے طور پر) دیا جائے وہ اس کو واپس نہ کرے، اس لئے کہ وہ بہت ہلکا احسان ہے اور خوشبو اچھی چیز ہے۔

بہت سی دوسری روایات سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ جمعہ، عید، شادی بیاہ اور دوسری تقریبات میں صحابہ رضی اللہ عنہم اور صحابیات رضی اللہ عنہن میں خوشبو کے استعمال کا عام رواج تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے پسند فرماتے تھے۔

گھڑ دوڑ

علامہ شبلی نے "سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم" میں لکھا ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو گھوڑے کی سواری بہت مرغوب تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت اچھے شہسوار تھے۔

---

[1] (سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، علامہ شبلی بحوالہ شمائل ترمذی)

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے گھوڑوں کی دوڑ کرائی جاتی تھی، لمبی دوڑ پانچ یا چھ میل کی اور ہلکی دوڑ ایک میل کی ہوتی۔ علامہ شبلی رحمہ اللہ نے وضاحت کی ہے کہ مدینے سے باہر ایک میدان تھا جس کی سرحد حصباء سے ثنیۃ الوداع تک ٦ میل تھی، وہیں گھڑ دوڑ کی مشق کرائی جاتی تھی۔

مسند احمد بن حنبل رحمہ اللہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی زبانی یہ واقعہ منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں کا مقابلہ کرایا اور آگے نکل جانے والے کو انعام دیا۔

امام دار قطنیؒ اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کا ایک گھوڑا تھا جس کا نام سنجہ تھا، ایک مرتبہ آپ ﷺ نے اُسے بازی میں دوڑایا، اس نے بازی جیتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسرت ہوئی۔

امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں یہ واقعہ اس طرح بیان کیا ہے کہ خادم رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بازی لگاتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: ''ہاں، خدا کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گھوڑے کی بازی لگائی تھی جس کا نام سنجہ تھا، چنانچہ وہ دوسرے گھوڑوں پر سبقت لے گیا اور یہ دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو گئے۔

شارحینِ حدیث نے لکھا ہے کہ مباح بازی یہ ہے کہ انعام دوڑ میں حصہ لینے والے فریقین کی جانب سے نہ ہو بلکہ کسی اور یا صرف ایک فریق کی طرف سے ہو، لیکن اگر فریقین کی جانب سے انعام ہو کہ جس کا گھوڑا جیت جائے گا وہ دوسرے فریق سے اتنی رقم لینے کا حقدار ہو گا یہ جوا ہے جو ممنوع ہے (یعنی شرط لگا کر ریس کرانا حرام ہے) اس سلسلے میں صحیحین کی یہ حدیث قابلِ غور ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

گھوڑے تین قسم کے ہوتے ہیں، ایک رحمٰن کے لئے، دوسرا انسان کے لئے، اور تیسرا شیطان کے لئے۔ جو گھوڑا رحمان کے لئے ہوتا ہے، وہ اللہ کی راہ میں باندھا جاتا ہے، اور جو شیطان کے لئے ہوتا ہے وہ جوئے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور جو انسان کے لئے ہوتا ہے اُسے آدمی افزائش نسل کے لئے پالتا ہے اور وہ اُس کی محتاجی دور کرنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

مبارک مجلسیں

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر فجر کی نماز کے بعد مجلس منعقد فرمایا کرتے تھے، مجلس فجر کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے اوقات میں بھی وقفے وقفے سے مجالس منعقد فرماتے رہتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس مطہرہ تقدس، متانت اور وقار کی حامل ہوتی تھیں۔ اُن میں ہدایت، ارشاد، اخلاق، اعمال، تصفیۂ قلب اور تزکیۂ نفس کی باتیں ہوتی تھیں، لیکن ان ساری باتوں کے باوصف ان مجالس اقدس میں خشکی اور افسردگی کی کیفیت نہیں ہوتی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں سے بے تکلفی اور خندہ روئی سے گفتگو فرماتے اور بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لطفِ طبع سازی مجلس کو شگفتہ کر دیتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ان مجالس میں پاکیزہ مزاح اور ظرافت کی باتیں کر لیتے جن سے سب حاضرین مجلس محظوظ ہوتے۔ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجلس میں یہ تمثیل بیان کی کہ جنت میں خدا سے ایک شخص نے کھیتی کرنے کی خواہش کی۔ خدا نے اُس سے پوچھا کیا (دنیا میں) تمہاری خواہش پوری نہیں ہوئی؟ اس نے کہا: ہاں، لیکن میں چاہتا ہوں کہ فوراً بوؤں اور ساتھ ہی تیار ہو جائے، چنانچہ اس نے بیج ڈالے جو فوراً آگے بڑھے اور فصل تیار ہو گئی۔ ایک اعرابی بھی مجلس میں موجود تھا، اس نے کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ سعادت تو کسی قریشی یا انصاری ہی کو نصیب ہو گی، ہم لوگ تو کاشت کار نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے۔ (صحیح بخاری)

کتب سیر میں اس قسم کے اور بھی بہت سے واقعات ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس جہاں ہدایت و اصلاح کا ذریعہ تھیں، وہاں تکان اور افسردگی کو بھی دُور کرنے کا موجب ہوتی تھیں۔

بچوں کے کھیل

بچوں میں کھیل کود کی صلاحیت و دلچسپی ان کی فطرت میں ودیعت کی گئی ہے اور عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بچے بھی اس سے محروم نہ تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بچپن اور لڑکپن میں ان جائز اور پسندیدہ کھیلوں میں شروع سے حصہ لیا تھا اور اپنا اثر چھوڑا تھا۔ حضرت بی بی حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن گذرا اور وہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کے کھیل سیکھے اور اپنے رضاعی بھائی بہنوں کے ساتھ ان کو کھیلا۔ عین ممکن ہے کہ ان کھیلوں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنو سعد بن بکر اور دوسرے پڑوسی بچوں بچیوں کے ساتھ بھی کھیلتے رہے ہوں۔ اسی زمانے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اول اول تیر اندازی، کشتی اور دوسرے کھیل سیکھے تھے۔ روایات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھیلوں کا ذکر بھی باقاعدہ ملتا ہے۔

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے جب حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینۂ مبارک چاک کیا، شق صدر کے اس اولین معجزہ کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھیل کھیلنے کا واضح ذکر ہے: "**اتاہ جبریل علیہ السلام وھو یلعب مع الغلمان، فأخذہ فصرعہ......**"[۱]

ابن ہشام نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعمیر کعبہ میں پتھر ڈھونے کے پس منظر کے ساتھ غلمانِ مکہ و قریش کے پتھروں سے کھیلنے کا ذکر کیا ہے۔ بچے ان پتھروں

[۱] (۱/۲۳۱: کتاب الایمان، باب الاسراء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ کی مختلف احادیث: نیز کاندھلوی، ۱/۳۷ و مابعد کے کھیل کھیلنے کی جگہ بکریاں چرانے کا واقعہ لکھا ہے اور بلاحوالہ لکھا ہے)

کو کندھوں پر رکھنے کے لیے عریاں ہو جاتے کہ ازاروں کو کاندھوں پر رکھ لیتے تھے:

''لقد رأیتنی فی غلمان قریش ننقل حجارۃ لبعض ما یلعب به الغلمان الخ.۱

چھ سال کی عمر شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دادا حضرت عبدالمطلب ہاشمی کے سالانہ سفرِ مدینہ کے دوران اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ یثرب اول بار تشریف لے گئے تو اپنے ارشادِ مبارک کے مطابق وہاں بنو عدی بن النجار کے تالاب میں پہلی بار تیرنا سیکھا اور وہیں ایک انصاری لڑکی حضرت انیسہ کے ساتھ کھیلتے تھے۔ رضاعی بہن حضرت انیسہ / شیماء کے ساتھ کھیلنے کا ذکر بہت معروف ہے۔ ان کے علاوہ دوسرے بچوں بچیوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن کے کھیل کھیلنے کے امکان سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔

ان روایات سیرت سے اور ان سے زیادہ شواہد فطرت سے بلاشبہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچپن اور لڑکپن میں عام شریف بچوں کے کھیل سیکھے اور کھیلے تھے۔ ان کا زمانہ مکی حیات کا بھی رہا تھا اگرچہ مکی دور کے واقعات کم ملتے ہیں۔ غالباً ایسی ہی کوئی صورت حال تھی جب مشہور سردارِ مکہ عبداللہ بن جدعان تیمی کے گھر میں ایک دعوت کے موقعہ پر ابوجہل مخزومی سے کھیل کھیل میں جھگڑا ہو گیا تھا اور اس کے نتیجے میں ابوجہل کی ٹانگ پر شدید ضرب آئی تھی اور اس کا نشانِ جراحت تا عمر رہا اور اسی کے سبب غزوۂ بدر کے مقتولوں کے درمیان اس کی لاشِ سربریدہ پہچانی گئی تھی۔ اس طرح رکانہ بن عبد یزید سے بعد نبوت کشتی میں اسے پچھاڑ دینے کا واقعہ بھی بتاتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کشتی کا فن اپنے لڑکپن میں سیکھا تھا۔ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معجزانہ قوتوں پر کوئی حرف نہیں آتا۔ معجزاتِ نبوی کسی فنی صلاحیت و لیاقت کے محتاج نہیں ہوتے، وہ عطایائے الٰہی ہی ہوتے ہیں۔ قرآن مجید نے مختلف مقامات پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر ہونے کے ناطے ان کے تقاضوں کا ذکر کیا ہے۔ یہ بات دوسری تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشری قوتیں بھی چند در چند تھیں۔

متعدد صحابہ کرام کے اسماءِ گرامی کے ضبط کے ساتھ ان کے کھیل کھیلنے کا ذکر مختلف

---

۲ (ابن ہشام ۱،/۱۸۳: ابن کثیر السیرۃ ۱،/۲۵۰) ۳ (ابن سعد ۱،/۳۷ بحوالہ شبلی نعمانی ۱،/۱۸۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس دلچسپ کنیت کی وجہ بھی ان کی کھیل سے دلچسپی تھی اگرچہ ان کا کھیل دوسرا تھا جو بچپن میں اکثروں کا ہوتا ہے۔ حضرت موصوف سے ان کی کنیت کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ کیوں رکھی گئی؟ تو فرمایا کہ میں لڑکپن میں اپنے گھروں کے جانوروں (غنم) کو چرایا کرتا تھا۔ میرے پاس ایک چھوٹی سی بلی تھی۔ رات میں تو اسے ایک درخت پر رکھ دیتا مگر دن میں جب میں چرائی کے لیے جاتا تو اسے ساتھ لے جاتا اور اس کے ساتھ کھیلتا رہتا۔ لہٰذا لوگوں نے میری کنیت ہی ''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ'' رکھ دی: ''......وکانت لی هریرة صغیرة...... فاذا کان النهار ذهبت بها معی فلعبت بها......''[1]

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا کھیل بچوں کی عجیب و غریب فطرت کی عکاسی کرتا ہے۔ ان کے والد ماجدؓ کے شانے پر غزوۂ بدر میں ایک زخم شدید آیا تھا اور جنگ یرموک میں ایک اور آیا اور دوسرا بدری زخم کو مزید گہرا کر گیا۔ دونوں میں خاصے گہرے گڑھے ہو گئے تھے۔ حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ میں بچپن میں ان زخموں میں انگلیاں ڈال کر کھیلا کرتا تھا: ''......فکنت ادخل اصابعی فی تلك الضربات العب وانا صغیر'' (بخاری کتاب المناقب، باب مناقب الزبیر بن العوام، باب قتل ابی جهل وغیرہ: غالباً حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بھی اس طرح کھیلتے تھے)

جانوروں اور پرندوں وغیرہ کے ساتھ بچوں کے فطری طور سے کھیل کو ذکر کرنے کا دوسرا واقعہ حضرت ابوعمیر رضی اللہ عنہ کا حدیث میں ملتا ہے۔ صحابہ موصوف بچے /لڑکے تھے اور ان کے پاس ایک بلبل (نغر) تھی جس کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیار سے چھوٹی سی بلبل (نغیر) ان کے نام و کنیت کے لحاظ سے کہتے تھے۔ حضرت ابوعمیر رضی اللہ عنہ اس کے ساتھ کھیلا کرتے تھے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کے گھر جاتے یا ان سے ملتے تو ضرور پوچھا کرتے: ''یا ابا عمیر ما فعل النغیر؟'' (اے

---

[1] (ترمذی، ابواب المناقب، ابی ہریرہؓ)

ابو عمیر! تمہاری چھوٹی بلبل کیا کرتی ہے؟)۔ جب وہ بلبل مرگئی تو حضرت ابو عمیر کو بہت افسوس ہوا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تسلی و تشفی کے کلمات فرمائے۔ بعد میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی البیلے جملے سے ان کی خیریت دریافت فرماتے تھے تاکہ ان کے دل کو مزاحِ نبوی سے سکون ملے۔[1]

حضرت ابن صیادؓ ایک بڑے خاندان کے ہونہار فرزند تھے۔ بچے/لڑکے تھے اور بچوں کے ساتھ کھیلا کرتے تھے۔ ان کے اسلام لانے کا واقعہ یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور دوسرے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ ابن صیاد کی طرف تشریف لے گئے تو ان کو بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے پایا۔ وہ بنو مغالہ کے ایک قلعہ کا مقام تھا جہاں وہ کھیل رہے تھے اور ابن صیاد اس وقت نوخیز نوجوان بن چکے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس پہنچے تو ان کی پیٹھ پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ میں کون ہوں۔ حضرت ابن صیاد نے عرض کیا آپ رسول امین ہیں۔[2]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ایک صاحبزادے حضرت عاصم حضرت جمیلہ بنت ثابت بن ابی الافلح انصاری رضی اللہ عنہ کے بطن سے تھے جن سے انہوں نے ۷ھ/۶۲۹ء میں شادی کی تھی پھر طلاق دے دی۔ وہ اپنی ماں اور نانی کے ساتھ قباء میں رہتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلافت صدیقی میں ایک بار قبا گئے تو اپنے فرزند عزیز کو بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا تو ان کو اپنی سواری پر بٹھا کر لے آئے۔ ان کی نانی حضرت شموس بنت ابی عامر رضی اللہ عنہ نے نواسہ کی کفالت کا دعویٰ کیا اور بالآخر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صاحبزادے کو نانی کے سپرد کر دیا۔[3]

---

[1] (بخاری، کتاب الادب، باب الکنیۃ قبل ان یولد للرجل: فتح الباری، ۱۰/۱۳-۷۱۲ومابعد: حدیث بخاری: ۲۶۰۳: یا ابا عمیر! مافعل النغیر؟ لغر کان یلعب بہ ......"۔ حضرت ابو عمیر رضی اللہ عنہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے چھوٹے سوتیلے بھائی تھے اور حضرت ابوطلحہ کے فرزند: مسلم، کتاب اللباس والزینۃ: باب استحباب تحنیك المولود: ابو داؤد، کتاب الادب، باب ما جاء فی الرجل یتکنی ولیس لہ ولد. حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض دوسرے شارحین کی مانند اس کھیل کے بارے میں دوسری روایات سیرت و حدیث بھی دی ہیں اور ان کی تشریح بھی کی ہے)

[2] (بخاری، کتاب الجہاد، باب کیف یعرض الاسلام علی الصبی: فتح الباری، ۶/۲۰۶: حدیث بخاری: ۳۰۵۵"...... حتی وجدہ یلعب مع الغلمان": اسد الغابہ، ۳/۱۸۷: دوسری احادیث بخاری اور مباحث سے مزید تفصیلات ملتی ہیں۔ اسلام ابن صیاد (اصل نام۔ صاف) قابل بحث ہے)

[3] (اسد الغابہ، ۵/۳۱۷: "فوجد ابنہ عاصما یلعب مع الصبیان")

عام بچوں کے کھیل: مکی دور میں

احادیث و روایات میں بچوں/لڑکوں کے کھیل کھیلنے کے عام واقعات کا تذکرہ مدینہ منورہ کے حوالے سے بہت آتا ہے اگرچہ مکی دور کے بچون کے حوالوں کا بھی کوئی خاص توڑا نہیں۔ یہ روایات و واقعات اصلاً ایک سماجی مستحکم طریقے کو بیان کرتے ہیں۔ ان سے بلاشبہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ تمام بچے۔ لڑکے اور لڑکیاں۔ دوسرے تمام زمانوں اور تمدنوں کی مانند عہد نبوی کے دونوں ادوار میں کھیل کھیلا کرتے تھے۔ یہ ایک فطری تہذیبی روایت ہے جس کے اثبات کے لیے مزید کسی شہادت کی ضرورت نہیں، لیکن حدیث و سیرت کی روایات کو اس لیے بیان کیا جاتا ہے کہ اس سے کھیلوں کی اقسام، ان کے کھیل کے طریقے، ان سے وابستہ دوسرے سماجی معاملات بخوبی اجاگر ہوتے ہیں:

مکی عہد کے بچوں کے کھیلنے کا ایک عام حوالہ یہ آتا ہے کہ وہ مکہ کے کمزور مسلمانوں (مستضعفین) کے ساتھ کھیل رہے تھے۔[1]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کھیلوں کا ذکر بعد کی ایک معنی خیز سرخی کے تحت لایا گیا ہے تاہم یہاں یہ بیان کیا جا سکتا ہے کہ ان کے اپنے بیان کے مطابق سورہ/آیت کریمہ: 'بل الساعة موعد هم والساعة ادهي وامر'[2]

جس وقت اتری میں ایک بچی تھی اور اس وقت کھیلا کرتی تھی: ''لقد انزل على محمد صلى الله عليه وسلم بمكة واني لجارية العب'': حدیث بخاری ۴۸۷۶ اور اطراف: ۴۹۹۳۔ فتح الباری، ۸/۷۸۸ میں حافظ موصوف نے بحث نہیں کی اور اسے فضائل قرآن کے باب کے لیے اٹھا رکھا۔[3]

---

[1] (اسد الغابہ، ۱/۲۰۸) [2] سورۃ القمر۔ ۴۵۔ ۴۶''۔ [3] (بخاری، كتاب التفسير، باب سورة اقتربت الساعة، فتح الباری، ۹/۴۹، وما بعد: حدیث بخاری ''لقد نزل بمكة على محمد صلى الله عليه وسلم واني لجارية العب ......'' حضرت حافظ رحمۃ اللہ عنہ کی بحث کا زور تمام تر قرآن مجید کی مکی اور مدنی سورتوں کی تشریح پر ہے)

مدنی عہد

بچوں بچیوں کی فطرت سادہ ادوار و زمانوں کی تفریق و تقسیم سے نہیں بدلتی لہٰذا ان کے کھیلنے کی فطری جبلت بھی ہمیشہ قائم رہتی ہے۔ بس یہ ہے کہ ان کے کھیل بدل جاتے ہیں، ان کے کھیلنے کے انداز بدل جاتے ہیں۔ اور بسا اوقات ان میں کافی مماثلت بھی رہتی ہے۔ مدنی بچے بچیاں بھی اپنے مکی ہم عمروں اور ہم عصروں کی مانند بہت سے کھیل کھیلا کرتے تھے اور ان سے متعلق روایات بھی خوب ملتی ہیں۔ اور ان سے زیادہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بچوں کے کھیلنے کے واقعہ۔ بلکہ حقیقت واقعہ کا ثبوت ملتا ہے جو اسے قطعی جبلت بناتا ہے:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار اپنی نمازِ شب کے وقت ایک شیطان کو گرفتار کر لیا تھا اور خیال فرمایا کہ اسے کسی چیز سے باندھ دیا جائے تا کہ صبح مدینہ کے بچے اس کے ساتھ کھیل کھلیں لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آ گئی تو اسے نہیں پکڑا اور چھوڑ دیا۔[1]

حدیثِ ام زرع میں ایک خاتون کے دو شیر/شبلی جیسے بچوں کے دو اناروں سے کھیلنے کا دلچسپ حوالہ قصہ نگاری میں ملتا ہے۔[2]

حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہ کی روایت و بیان ہے کہ عاشوراء کی ایک صبح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاری بستیوں میں ایک فرستادہ کے ذریعہ اعلان کرایا: ''جس نے صبح کچھ کھا پی لیا ہو وہ بقیہ دن کچھ نہ کھائے پیے اور جس نے روزہ کے ساتھ صبح کی ہو وہ روزہ پورا کرے''۔ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد ہم نہ صرف خود روزۂ عاشوراء

---

[1] (مسلم، کتاب المساجد، مواضع الصلوٰۃ، باب جواز لعن الشیطان فی اثناء الصلوٰۃ: ''...... یلعب به ولدان اهل المدینة......'')

[2] (بخاری، کتاب النکاح، باب حسن المعاشرة مع الاهل: فتح الباری، ۹/۳۱۶۔ وما بعد: ''فلقی امراۃ معها ولد ان لها کالفهد ین یلعبان من تحت خصرها برمانتین'' حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث ام زرع پر بہت مفصل بحث کی ہے تا ۳۴۴)

رکھتے تھے بلکہ اپنے بچوں کو بھی روزۂ عاشوراء رکھواتے تھے اور ان کے لیے اون کے کھلونے بنا لیتے تھے اور جب وہ کھانے کے لیے روتے تو وہ کھلونے ان کو دے دیتے اور وہ بہل جاتے یہاں تک افطار کا وقت آجاتا تھا۔[1]

احادیث و روایات میں عام بچوں کے کھیلنے کا ذکر اور بہت سے واقعات کے ضمن میں آتا ہے۔

گڑیوں کا کھیل

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس کچھ گڑیاں (البنات) تھیں جو ان کی ماں حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا نے بنا کر دی تھیں۔ غالباً کیا یقیناً یہ گڑیاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے مکی دور میں بنا کر دی گئی تھیں جو ان کے پاس ہمیشہ رہیں۔ مدنی دور میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی ہو جانے اور رخصتی ہو جانے کے بعد بھی وہ ان کے ساتھ کھیلا کرتی تھیں۔ وہ اپنی ہمجولیوں (صواحبی) کے ساتھ ان سے کھیلا کرتیں اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آتے تو سہیلیاں ادھر ادھر ہو جاتیں مگر آپ ﷺ ان کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کھیلنے کے لیے پھر بھیج دیتے۔ اکثر و بیشتر وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور موجودگی میں ان گڑیوں/کھلونوں سے اپنی سہیلیوں کے ساتھ کھیلتی رہتی تھیں اور آپ خوش ہوتے۔ ابوداؤد کی ایک روایت میں آتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب آتے تھے تو سہیلیاں چلی جاتیں اور جب آپ تشریف لے جاتے تو وہ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آجاتیں۔[2]

---

[1] (بخاری، کتاب الصوم، باب صیام الصبیان الخ، فتح الباری، ۴/۲۵۵: "حدیث بخاری: ۱۹۶۰: "فکنا نصومه بعد ونصوم صبیاننا ونجعل لهم اللعبة من العهن فاذا بکی احدهم علی الطعام اعطیناه ذاك حتی یکون عند الافطار" نیز روایت مسلم وغیرہ)

[2] (بخاری، کتاب الادب، باب الانبساط الی الناس، فتح الباری، ۱۰/۶۲۶: حدیث ۶۱۲۹ میں حضرت ابو عمیر کے کھیل کا ذکر ہے جب کہ حدیث: ۶۱۳۰ ہے: کنت العب بالبنات مع النبی ﷺ وکان لی صواحب یلعبن معی. فکان رسول ﷺ: باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

جھولا جھولنا

بعض دوسری روایات واحادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے جھولے (ارجوحة) میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ مدینہ میں کھیل رہی تھیں جب ان کی والدہ حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا نے ان کو بلایا اور انصاری خواتین کے حوالے کر دیا اور انہوں نے ان کا بناؤ سنگھار کیا اور پھر ان کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیت نبوی جانے کے لیے ساتھ کر دیا۔ رخصتی کے وقت بھی ان کے کھلونے ان کے ساتھ تھے۔[1]

فأتتني ام رومان ، وأنا على ارجوحة ، ومعي صواحبي ......"حديث :۷۱(......)"......تزوجها وهي بنت سبع سنين ، وزفت اليه وهي بنت تسع سنين ، ولعبها معها...... الخ " ابو داؤد، كتاب الادب ، باب في الارجوحة ، حديث:۴۹۳۵: جاء ني نسوة وانا العب على ارجوحة......الخ "۴۹۳۶:"...... وانا على الارجوحة، ومعي صواحباتي ...... "۴۹۳۷:"...... فوالله اني لعلى ارجوحة بين عذقين ، فجائتني امي

بقيه :...... اذا دخل صلى الله عليه وسلم يتقمعن فيسربهن الى فيلعبن معي " ۔حضرت حافظؒ نے قاضی عیاض اور ان کے حوالے سے جمہور کا مسلک بیان کیا ہے کہ ان کھلونوں اور گڑیوں میں تصویروں کی اجازت ہے اور بچیوں کے لیے ان سے کھیلنا جائز ہے کہ ان سے ان کو خانگی امور کی تربیت بھی ملتی ہے، مسلم کتاب ، فضائل الصحابة ، باب فضل عائشة :۱۸(۴۰ ۴۴)"...... انها كانت تلعب بالبنات عند رسول الله صلى الله عليه وسلم ،...... وكانت ياتيني صواحبي ......"(۱۸۹۰):...... كنت العب بالبنات في بيته ، وهن اللعب ". ان کھلونوں میں گھوڑوں / پروالے گھوڑوں کے کھلونے بھی تھے اور دوسرے بھی۔ ابوداؤد، كتاب الادب ، باب اللعب بالبنات ، حديث:۴۹۳۱:" كنت العب بالبنات فربما دخل النبي صلى الله عليه وسلم وعندي الجواري ، فاذا دخل خرجن فاذاخرج دخلن ")

[1] (مسلم، کتاب النکاح، باب تزويج الاب البكر الصغيرة : حدث:۶۹ (۱۴۲۲):......

فانزلتنی ...... الخ"۔ روایت کے مطابق بنوالحارث بن الخزرج کے محلّہ میں ایک درخت کی دوشاخوں کے درمیان جھولا ڈال رکھا تھا جس میں وہ سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھیں۔ لہٰذا لڑکوں کا جھولا جھولنا بھی اس زمانے کے کھیلوں میں سے ایک تھا اور وہ صرف لڑکیوں کے لیے مخصوص نہ تھا۔[۱]

کھلونے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا غزوۂ خیبر میں تیرہ چودہ سال کی تھیں اور غزوۂ تبوک میں سولہ سترہ سال کی تھیں۔ اس وقت بھی ان کے پاس ان کی گڑیاں/کھلونے موجود تھے۔ روایت ابوداؤد ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے یا خیبر سے واپس تشریف لائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مہتابی، کانس (سہوتھا) پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ ہوا چلی تو اس نے پردے کا کونا اٹھادیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گڑیاں/کھلونے نظر آنے لگے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: یہ کیا ہے عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے عرض کیا: میری گڑیاں ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گڑیوں کے درمیان ایک گھوڑا بھی دیکھا جس کے رنگ دار کپڑے کے دو پر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں پوچھا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہِ تعجب فرمایا کہ گھوڑے کے دو بازو یا پر؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ترت جواب دیا: کیا آپ نے نہیں سنا کہ حضرت سلیمان کے گھوڑوں کے پر ہوتے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیساختہ ہنس پڑے اور بقول ام المومنین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت دِکھنے لگے۔ ان روایات سے بچپن کے کھلونوں کا سنبھال کر رکھنا بھی معلوم ہوتا ہے۔

(ابوداؤد، کتاب الادب، باب اللعب بالبنات، حدیث:۴۹۳۲: "قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ من غزوۃ تبوک، او خیبر، وفی سھو تھا ستر،

---

[۱] نیز ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب نکاح الصغار یزوجھن الآباء، حدیث:۱۸۷۶: بلاذری، ۱/۴۱۰: "وھی تلعب مع الجواری فی النخل")

ريح فكشفت نا حية الستر عن بنات لعا ئشة لعب ، فقال : ما هذا يا عائشة ؟ قالت : بناتي ورأى بينهن فر سا له جنا حان من رقاع ، فقال : ما هذ الذى ار ى وسطهن ؟قالت: فر س ، قال...... فر س له جنا حان ؟ قالت : أما بسمعت ان لسليما ن خيلا لها اجنحة ؟ قالت : فضحك النبي صلى الله عليه وسلم حتى رأيت نو اجذه ": نیز بلاذری، ۱/۴۱۳:
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان نقل کیا ہے کہ گڑیوں کے ساتھ کھیلتی تھی۔ اس روایت میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑے کا ذکر بھی ہے)

عید کے کھیل

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہی حوالے اور سند سے ایک اور تقریب عید کا ذکر کتبِ حدیث میں ملتا ہے۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ خاص عید کے دن سیاہ فام (حبشی) لوگ حربوں (الحراب) اور ڈھالوں (الدرق) سے کھیلا کرتے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام المومنین کی خواہش پر ان کو حبشیوں کا جنگی کھیل اس وقت تک اپنے حجاب میں دکھایا جب تک وہ سیر نہ ہو گئیں۔ حدیثِ مذکورہ بالا پر متعدد شارحین نے کلام فرمایا ہے اور ایک شارح کبیر امام ابن المنیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے اس حقیقت پر استدلال کیا ہے کہ عید کے دن انبساط کی اتنی حاجت وضرورت ہوتی ہے جتنی دوسرے دنوں میں نہیں:

بہرحال روایات واحادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عہدِ نبوی میں عیدین دو اسلامی قومی تقریباتِ مسرت کے طور پر منائی جاتی تھیں۔ جائز کھیل بھی کھیلے جاتے تھے، عمدہ لباس اور خوشبو کا استعمال بھی ہوتا تھا۔ ایک دوسرے کی زیارت وضیافت بھی کی جاتی تھیں۔ یہ عام فطرت انسانی کی رعایت نبوی تھی۔

عید کے کھیلوں کا اصل پس منظر یہ ہے کہ بقول رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر قوم کی عیدیں ہوتی ہیں جن میں وہ کھیلتے ہیں۔ حدیث بخاری: ۹۵۲ میں فرمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے: ''...... ان لکل قوم عید، وھذا عیدنا''. تشریح حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ میں ان عیدوں کا بیان ہے۔ ایک حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اہلِ مدینہ کے دو دن خاص تھے جن میں وہ کھیل کھیلتے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں دِنوں کے بارے میں دریافت فرمایا اور لوگوں نے بتایا کہ ہم جاہلیت میں ان دنوں میں کھیل کھیلا کرتے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بدلے تم کو بہتر دن عطا فرمائے ہیں اور وہ یوم الاضحیٰ اور یوم الفطر ہیں ۔[۱]

نیز دیگر حدیث وسیرت کی کتب: قریش کی مکی عید کا ذکر احناف کے بیان میں ملتا ہے جس دن وہ دوسرے کاموں کے علاوہ تفریح اور کھیل کا بھی اہتمام کرتے تھے:[۲]

ان روایاتِ حدیث وسنت میں کھیل کھیلنے والوں کے لیے دو لفظ ملتے ہیں: ایک الحبشة اور دوسرے ''السو دان'' یعنی سیاہ فام لوگ جن سے شارحین نے بالعموم حبشیوں کو ہی مراد لیا ہے، حالانکہ ان سے لغوی طور پر دوسرے بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر مختصر اور تشنہ بحث کی ہے اور مسلم اور بعض دیگر کتب حدیث کی احادیث وروایات کو مختصراً بیان کیا ہے۔

---

[۱] (ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ باب صلاۃ العیدین، حدیث ۱۱۳۴: عن انس قال: قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة، ولهم يومان يلعبون فيهما، فقال: ما هذان اليومان؟ قالوا: كنا نلعب فيهما في الجاهلية. فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ان الله قد ابدلكم بهما خيرا منهما: يوم الاضحىٰ ويوم الفطر.
نیز نسائی، کتاب صلاۃ العیدین، بخاری، کتاب العیدین، فی العیدین والتجمل فیہ، الحراب والدرق یوم العید، سنۃ العیدین لاھل الاسلام وغیرہ. فتح الباری، ۲/۵۶۶-۵۷۵ ومابعد:

[۲] ابن ہشام، ۱/۲۴۲: " واجتمعت قريش يوما في عيد لهم عند صنم من اصنامهم ...... وكان ذلك عيدا لهم في كل سنة يوما ......")

بچوں اور بچیوں کے ساتھ کھیل

چھوٹے بچوں بچیوں کے ساتھ بڑوں کے کھیل کھیلنے بلکہ ان کو کھلانے اور ان کو مختلف طریقوں سے خوش کرنے کی فطرت بھی انسان میں ودیعت کی گئی ہے۔ بچپن میں ہر شریف و کریم انسان اپنے بچوں، چھوٹے بھائی بہنوں اور دوسرے عزیزوں کو پیروں پر جھلاتا ہے، ان کو سینے اور پیٹ پر بٹھا کر ان کو اچھالتا ہے اور ان کے ساتھ بعض دوسرے کھیل کھیلتا ہے۔ عہد نبوی کے اکابر و اصاغر دونوں اس فطرت انسانی اور تمدنِ بشری کے تقاضے سے ماوراء تھے، نہ ان سے بے خبر۔ روایات سیرت و سوانح کے علاوہ احادیث صحیحہ سے بھی ان مسرت آمیز اور محبت خیز کھیلوں کا ذکر ملتا ہے اور دونوں ادوار نبوی کے حوالے سے ملتا ہے۔ ان کے بعد نمونے پیش خدمت ہیں۔

بچوں کو جھولا جھلانا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں روایات سیرت بتاتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا جناب زبیر بن عبدالمطلب ہاشمی آپ کو اپنے پیروں پر جھلاتے تھے اور لوری سناتے تھے۔[۱]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت سعد بن ربیع خزرجی رضی اللہ عنہ کی چھوٹی سی بچی کو اپنے سینے پر بٹھاتے، کھلاتے اور جھلاتے تھے اور اس کو پیار سے چومتے تھے۔[۲]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نواسوں/نواسیوں حضرات حسن، حسین، امامہ رضی اللہ عنہم کو کھلاتے تھے اور ان کے ساتھ کھیل میں شریک ہو جاتے تھے۔ ان کے واقعات بہت سے ہیں۔[۳]

---

۱ (ملاحظہ ہو: عم نبوی زبیر بن عبدالمطلب ہاشمی از ڈاکٹر محمد یاسین مظہر صدیقی صاحب)

۲ (ابن ہشام، ۲/۹۵) ۳ (ابن ماجہ، فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فضل الحسن والحسین)

لعبة الغراب

اس کھیل کی نوعیت تحقیق طلب ہے کہ روایات میں اس کے بارے میں کچھ نہیں ملتا۔ بہر حال ایک روایت میں اس کھیل کا ذکر ملتا ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ غالباً بعد کے کسی زمانے میں مدینہ کے بچوں کے درمیان جاگھستے جورات میں کوے کا کھیل (لعبة الغراب) کھیل رہے ہوتے تھے۔ بچے کھیلتے رہتے اور ان کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی آمد و شرکت کا احساس بھی نہ ہوتا حتی کہ حضرت موصوف اپنے آپ کو ان کے درمیان پہچان کروا دیتے اور اپنے دونوں پیروں کو خوب پٹختے تھے، ان سے بچے گھبرا جاتے اور بھاگ کھڑے ہوتے تھے:

" وربمااتي ابوهر يرة الصبيان وهم يلعبون لعبة الغراب الخ "[1]

بعض محدثین کرام نے بچوں کے ساتھ کھیل کھیلنے کے ابواب بھی باندھے ہیں: "باب اللعب مع الصبيان" وغیرہ۔ ان کے علاوہ متعدد اکابر محدثین نے اپنی اپنی کتاب الادب وغیرہ میں مختلف کھیلوں کے لیے مخصوص ابواب کا اہتمام کیا ہے۔ جیسے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے باب اللعب بالبنات، باب في الارجوحة، باب في اللعب مع الحمام وغیرہ کے علاوہ بعض کھیلوں کی ممانعت کے ابواب قائم کیے ہیں اور ان میں شامل ہیں: نرد و شطرنج کے کھیل کی ممانعت: باب في النهي عن اللعب بالنرد. بہر حال ان تمام جائز و مباح کھیلوں اور ممنوعہ و متروکہ کھیلوں کے بیان سے اس عہد مبارک میں بچوں کے ساتھ کھیلنے کا ذکر ملتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گڑیوں وغیرہ کے کھیل میں دلچسپی اور شرکت سے مدارات کے علاوہ کسی قدر شرکت کا حوالہ ملتا ہے۔

خاص مہر نبوت کے ساتھ بچوں کے کھیلنے کا ذکر بھی اسی ادب نبوی کا ایک مرحمت آسا

---

[1] (ابن سعد، ۴/ ۳۰۷ و مابعد)

اور تفریحی باب ہے۔ حدیث بخاری: ۵۹۹۳ کے مطابق حضرت ام خالد بنت خالد بن سعید بن عاص اموی رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت کے ساتھ کھیلتی تھیں: ''......فذھبت العب بخاتم النبوۃ'' ۔ان کے والد ماجد نے اس پر ڈانٹ لگائی مگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نہ روکا البتہ ان کے والد کو سرزنش کرنے سے روک دیا۔ حافظ ابن حجرؒ نے اس کی مزید تشریح نہیں کی مگر دوسرے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ بچوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مہر نبوت سے بالعموم کھیل کرنے دیتے تھے اور وہ عام انسانی بلکہ طفلی فطرت ہے کہ وہ جسم کے غیر معمولی چیزوں یا حصوں سے کھیلتے ہیں جیسے حضرت زبیر بن عوام اسدی رضی اللہ عنہ کے بچے ان کے زخموں کے گڑھوں سے کھیلا کرتے تھے۔[1]

سواری پر پیچھے بٹھانے کی تفریح

سفر کے دوران لوگ بالعموم اپنی سواریوں پر دوسروں کو پیچھے بٹھالیتے ہیں جسے عربی اور دینی اصطلاح میں ارداف کہتے ہیں اور پیچھے بیٹھنے والوں کو ردیف۔ احادیث و روایات اور معمولات وسنن نبوی میں اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ عہدِ نبوی کی ایک مسلمہ روایت تھی۔ اس کا کھیل وتفریح سے قطعی تعلق نہ تھا۔ لیکن دوسری نوعیت کا ارداف بھی ہوتا تھا جو خالص تفریحی ہوتا تھا، اسے مسرت بخش اور رحمت آمیز اخلاق بھی کہا جا سکتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے اکابرِ عہد کا یہ مستقل طریقہ تھا کہ وہ جب بھی سفر یا غزوہ وسریہ سے واپس آتے تو شہر کے لوگ ان کے خیر مقدم کو نکلتے، ان میں بچوں کی تعداد بھی خاصی ہوتی تھی۔ رسول اکرم ﷺ بالعموم یا بلا استثناء بچوں میں سے کسی نہ کسی کو یا بعضوں کو اپنی سواری کے پیچھے بٹھالیا کرتے تھے۔ بچوں/بچیوں کی سعادت ومحبت تو تھی ہی لیکن ان اس سے زیادہ وہ ان کی تفریح وکھیل کی نوعیت رکھتی تھی۔ اسے تفریحی سواری بھی کہا جا سکتا ہے۔

---

[1] (فتح الباری، ۱۰/۵۲۲ومابعد)

اور اس کا شمار تفریحی کھیلوں میں ہوتا ہے اور غالباً عہد نبوی میں بھی وہ بطور کھیل اور بطور تفریح سمجھا جاتا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے متعدد بار بچوں کو اپنی سواریوں کے پیچھے بٹھایا تھا۔ یہ تمام اسفار و غزوات اور سرایائے نبوی کا ایک مسلمہ سماجی واقعہ ہے۔ لیکن غزوۂ موتہ کے خاص غمناک موقعہ پر بنفس نفیس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ نقل کرنے کے لائق ہے:

غزوۂ موتہ کے بعد جب اسلامی لشکر خاصی ابتر حالت میں مدینہ پہنچا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانانِ مدینہ ان کے استقبال کو باہر نکلے۔ ان میں بچے تیز رفتاری سے دوڑتے ہوئے ان سے جا کر ملے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ ایک سواری پر تشریف فرما تھے اور دوسرے صحابہ بھی سواریوں پر تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ بچوں کو اٹھا کر اپنی اپنی سواریوں پر بٹھالو اور مجھے ابن جعفر دے دو۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے ساتھ بٹھا لیا۔ راوی حضرات و خواتین کا اس کے بعد واضح بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سفر میں بچوں کو اپنی سواری پر ضرور بٹھالیا کرتے تھے۔[۱]

حدیث بخاری: ۳۰۸۲ کے مطابق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی پر تین بچوں۔ حضرات عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن جعفر اور عبداللہ بن عباس۔ نے دوسرے لوگوں کے ساتھ استقبال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے موخر الذکر دونوں بچوں کو اپنی سواری پر بٹھالیا اور ابن زبیر کو چھوڑ دیا۔[۲]

دوسری روایات سیرت و حدیث سے بہرحال بچوں کو سواریوں پر بٹھا لینے اور ان کی

---

۱ (ابن ہشام، ۲/۳۸۲: "...... لما دنوا من المدينة تلقاهم رسول الله ﷺ والمسلمون ، قال: ولقيهم الصبيان يشتدون ، ورسول الله ﷺ مقبل مع القوم على دابة فقال: خذوا الصبيان فاحملوهم واعطوني ابن جعفر ، فاتى بعبد الله بن جعفر فاخذه فحمله بين يدي ...... الخ)

۲ (فتح الباری، ۶/۲۳۰-۲۳۱ نے اس موقعہ اور اس پر بحث کی ہے اور اختلاف پر زیادہ توجہ دی ہے)

تفریح کا سامان کرنے کا ذکر ملتا ہے۔ ان میں حضرت سائب بن یزید، فضل بن عباس، اسامہ بن زید اور متعدد دوسرے بچوں کا ذکر ملتا ہے حتی کہ بچیوں کو بھی اس سعادت میں شریک کیا گیا۔

پرندوں اور جانوروں کے ساتھ کھیل

انسانی فطرت کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ وہ بعض جانوروں اور پرندوں کو پالنے کی خواہش رکھتی ہے اور انسان انھیں پالتا بھی ہے۔ یہی فطرت انھیں پالتوں پرندوں اور جانوروں کے روپ میں ڈھالنے کی باعث بنی ہے، ورنہ ان کی دنیائیں اور بقول قرآن مجید ان کے جہان (عالمین) الگ الگ ہیں۔ اولین روزِ فطرت سے بہرحال انسان انھیں پالتا اور ان کے ساتھ کھیلتا چلا آرہا ہے اور ان کے ساتھ اپنے کھیلوں میں مسرت کشید کرنے کے علاوہ فوائد بھی حاصل کرتا ہے۔ عہد نبوی میں بھی ان پالتو جانوروں اور پرندوں کے ساتھ کھیل کھیلنے کا ذکر ملتا ہے اور حضرت ابو ہریرہ دوسی رضی اللہ عنہ کی بلّی اور حضرت ابو عمیر رضی اللہ عنہ کی بلبل کا ذکر آچکا ہے۔ روایات حدیث وسیرت میں بعض دوسرے واقعات واحکام بھی ملتے ہیں جن کے سبب ایک نئے عنوان کے تحت بحث کرنے کا تقاضا ہوا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے بڑھ کر خلق والے تھے، عمیر نام کے میرے بھائی کے پاس بلبل تھا جس سے وہ کھیلا کرتا تھا، وہ بلبل مرگیا، وہ اداس اور غم زدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئے آپ نے فرمایا: اسے کیا ہوا؟ آپ کو بتایا گیا اس کا بلبل مرگیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمیر سے فرمایا: ابو عمیر! تیرے بلبل نے کیا کیا؟[۱] اسے امام بخاری، مسلم اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔

---

[۱] صحیح حدیث۔ بخاری: ۶۱۲۹۔۶۲۰۳، الادب المفرد: ۲۶۹، مسلم: ۶۵۹۔۲۱۵۰، احمد ج ۳ ص ۱۱۹۔۱۷۱۔ ۲۱۲۔ ترمذی: ۳۳۳۔۱۹۸۹، نسائی، "عمل الیوم واللیلۃ": ۳۳۵، ابن ماجہ: ۳۷۲۰، ابن حبان: ۲۳۰۸، بیہقی ج ۵ ص ۲۰۳، از انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ ابو عمیر حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ماں شریک بھائی۔ بچپن ہی میں فوت ہوگیا۔

علامہ جوہری کہتے ہیں: ''النغیر'' چڑیا جیسا چھوٹا پرندہ ہوتا ہے یا چڑیا کے بچہ کو کہتے ہیں۔ قاضی عیاض نے کہا: راجح یہ ہے یہ کہ یہ سرخ چونچ والا پرندہ ہے جسے اہل مدینہ بلبل کہتے ہیں۔

ابن غازی نے صحیح البخاری پر اپنے حواشی میں لکھا ہے: بعض علماء نے اس حدیث (یاابا عمیر مافعل النغیر) سے لگ بھگ تین سو فوائد کا استنباط کیا ہے، اور علامہ ابوالفضل بن الصباغ الکناسی کے بارے میں آیا ہے کہ انہوں نے اس سے زائد فوائد ذکر کیے ہیں،

صحیح مسلم پر ابن الشاط کے حواشی میں قاضی عیاض کے حوالہ سے مذکور ہے کہ اس میں بچوں کے لیے پرندے سے کھیلنے کا جواز ہے۔ علماء کے نزدیک اس کا مطلب پرندے کو عذاب دینا اور ستانا نہیں ہے بلکہ اسے اپنے پاس رکھ کر اس سے کھیلنا اور دل بہلانا ہے۔

شیخ ابوعلی بن رحال نے باب الغصب میں ''المدونة'' کے حوالے سے پرندے کو پنجرے میں بند رکھنے کا جواز ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے یہ جواز اس صورت میں ہے جبکہ پرندے کو عذاب نہ دیا جائے اسے بھوکا پیاسا نہ رکھا جائے اس سے غفلت نہ برتی جائے اسی طرح اسے کسی ایسے پرندے کے ساتھ نہ رکھا جائے جو اس کے سر پر ٹھونگیں مارے اور اسے زخمی کر دے جیسا کہ دڑبوں میں مرغے! ایک دوسرے کے سر پر ٹھونگیں مار مار کر ایک دوسرے کو زخمی کر دیتے ہیں بلکہ مار دیتے ہیں، یہ سب صورتیں بالاجماع حرام ہیں، کیونکہ بلا فائدہ کسی جانور کو عذاب دینا سب کے نزدیک حرام ہے۔ پرندے کو ستایا نہ جائے، اسے الگ رکھا جائے یا ایسے پرندہ کے ساتھ رکھا جائے جو اسے ٹھونگیں نہ مارے یا درمیان میں آڑ بنا دی جائے تاکہ وہ ایک دوسرے کے پاس نہ پہنچنے پائیں، اپنی اولاد کی طرح ان کے دانہ پانی کا خیال رکھے، پرندے کے بیٹھنے کے لیے لکڑی وغیرہ لگا دے، کیونکہ اگر اسے ہی زمین پر بٹھایا گیا تو وہ خصوصاً سردی کے زمانہ میں تکلیف محسوس کرے گا۔ یہ تمام باتیں اتنی واضح ہیں کہ ان کے لیے کسی نص کی ضرورت نہیں ہے۔

متعدد احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے مختلف لوگ حمام (کبوتر/کبوتری) کے ساتھ کھیلتے تھے اور ان کے پیچھے دوڑ بھاگ کرتے تھے۔ حضرات عثمان بن عفان اموی، ابو ہریرہ دوسی اور عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہم اجمعین سے کم از کم تین احادیث ابن ماجہ میں تین مختلف اشخاص کے بارے میں مذکور ہیں۔ ان کا ماحصل یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ایک حمام/حمامہ کا پیچھا کر رہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شیطان دوسرے شیطان/شیطانہ کا پیچھا کر رہا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں طائر (پرندے) کا لفظ ہے۔ ان تمام روایات کا دینی اور فقہی حکم یہ ہے کہ یہ کھیل مردود اور لائق نفریں ہے۔[1]

حضرت ام کثیر بنت یزید انصاری رضی اللہ عنہا یا ان کی بہن کا ایک لڑکا حمام (کبوتری) کے ساتھ کھیلتا تھا۔ دریافت پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منافقین کا کھیل (لعبة المنافقین) بتایا۔

بہرحال ان روایات واحادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے کھیلوں میں تضیع اوقات کا بڑا عنصر ہے اس لیے ان کی مذمت وممانعت کی گئی ہے اور غالباً وہ وحشی پرندوں کے بارے میں ہے۔ کیونکہ اس سے قبل بلی اور بلبل کے پالنے اور ان کے ساتھ کھیلنے کی مذمت نہیں کی گئی ہے بلکہ ایک طرح سے ان کا استحسان ملتا ہے۔ کھیلوں میں سے بعض کو روایات واحادیث نے قطعی ممنوع قرار دیا ہے۔ ان میں سے ایک نرد (شطرنج) کا کھیل ہے جسے اللہ ورسول کی نافرمانی اور لحم خنزیر اور خونِ خنزیر میں ہاتھ ملوث کرنے کے برابر قرار دیا گیا ہے۔[2]

---

1 (ابن ماجہ، باب اللعب بالحمام، احادیث: ۳۷۶۴، ۳۷۶۵، ۳۷۶۶: اسد الغابہ، ۵/ ۶۱۰-۶۱۱) 2 (ابن ماجہ، باب اللعب بالنرد، احادیث حضرات ابوموسیٰ اشعری وبریدہ رضی اللہ عنہما: ۳۷۶۳، ۳۷۶۴: بلاذری، ۱/ ۴۱۸: ایک شخص حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھا اور وہ نرد (شطرنج) کھیلتا تھا، موصوفہ نے اسے آگاہ کیا یا تو نرد نکالے ورنہ میرے گھر سے نکل جاؤ'')

گھر میں وحشی جانور رکھنا

مسند احمد (ج ۶ ص ۱۱۲) میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کے گھر والوں کے پاس ایک وحشی جانور تھا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے جاتے وہ کھیلتا، بھاگ دوڑ کرتا اور آگے پیچھے اچھل کود کرتا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہوتے، اسے سکون آجاتا اور جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں موجود رہتے اسی حالت میں رہتا تاکہ اس کی اچھل کود اور بھاگ دوڑ سے رسول اللہ ﷺ کو تکلیف نہ ہو۔[1]

۱ ابن عدی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے موفوعاً روایت کیا ہے: جب تم میں سے کوئی اپنے گھر میں تنہا رہتا ہو تو وہ کبوتروں کا جوڑا رکھ لے۔[2]

امام طبرانی نے سند جید کے ساتھ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تنہائی کی شکایت کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کبوتروں کا جوڑا رکھنے کا حکم فرمایا۔[3]

---

[1] صحیح الاسناد صحیح کے راوی کے متصل ہونا مجاہد کے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع پر موقوف ہے، یحییٰ بن سعید القطان اور یحییٰ بن معین اور ابو حاتم، مجاہد کے عائشہ رضی اللہ عنہا سے عدم سماع کے قائل ہیں، یہ حدیث مرسل ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ص ۴۵۱۔۴۵۴، التہذیب ج ۱۰ ص ۴۲، ۴۴ الجرح والتعدیل ج ۸ ص ۳۱۹) احمد ج ۶ ص ۱۱۲۔۱۱۳۔ ۱۵۰۔ ۲۰۹۔ ابو یعلی: ۴۴۴۱۔ ۴۶۶۰، بزار، طبرانی "الاوسط" (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۔۴) از عائشہ رضی اللہ عنہا۔ علامہ ہیثمی نے کہا: احمد کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔

[2] موضوع حدیث۔ ابن عدی "الکامل" (ج ۶ ص ۴۱۶)، از طریق ابن عدی۔ ابن الجوزی "الموضوعات" ج ۲ ص ۲۱۳، از جابر رضی اللہ عنہ، اس حدیث کے ایک راوی ہارون ابن عنترہ ابن حبان نے ناقابل احتجاج واعتماد، دوسرے راوی عاصم بن سلیمان کو عمرو بن علی الفلاس نے واضع حدیث نسائی نے متروک اور دارقطنی نے کذاب کہا ہے، تیسرے راوی ابان بن سفیان کو ابن حبان نے ثقہ راویوں سے موضوعات روایت کرنے والا اور دارقطنی نے کذاب کہا ہے، تیسرے راوی ابان بن سفیان کو ابن حبان نے ثقہ راویوں سے موضوعات روایت کرنے والا اور دارقطنی نے متروک کہا ہے۔

[3] موضوع حدیث۔ ابن الجوزی "الموضوعات"، ج ۲ ص ۲۱۳۔ از عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ۔ ابن عدی کے بقول اس کی تمام روایات منکر ہیں۔

ابن السنی اور ابن عساکر نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تنہائی کی شکایت کی تو آپ نے ان کو کبوتروں کا جوڑا رکھنے کا حکم دیا۔ کبوتر اپنی آواز میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے گا۔ [۱]

قرب کیا جانے جو دیدہ اشک باریدہ نہیں

احتساب روزِ محشر سے جو لرزیدہ نہیں | ایسے ظالم نفس میں انجام بیں دیدہ نہیں
عشق ظالم سے یہ ناممکن ہے وہ صابر رہے | پھر تعجب کیا جو درد عشق سنجیدہ نہیں
کس قدر مسرور ہیں اللہ والے ذکر سے | کوئی بھی ان کے سوا دنیا میں خندیدہ نہیں
نام روشن کر گئے مر کر کے حق پر عارفین | مر گئے جو مرنے والوں پر وہ حق دیدہ نہیں
پالیا جس نے خدا کو پالیا سارا جہاں | کون کہتا ہے کہ اہل دل جہاں دیدہ نہیں
لذت قرب ندامت گریہ وزاری میں ہے | قرب کیا جانے جو دیدہ اشک باریدہ نہیں
جس کو استغفار کی توفیق حاصل ہوگئی | پھر نہیں جائز یہ کہنا کہ وہ بخشیدہ نہیں
جب بصارت کی حفاظت سے بصیرت مل گئی | ہو کے نادیدہ بھی اس کی آنکھ نادیدہ نہیں
برکت تقویٰ سے جس کے ساتھ ہے فضل خدا | اس کے پیچیدہ مسائل کوئی پیچیدہ نہیں
اہل دل کی صحبتوں سے جو حقیقت بیں ہوا | لذت دنیائے فانی کا وہ گرویدہ نہیں
روزِ محشر اے خدا رسوا نہ کرنا فضل سے | کہ ہمارا حال تجھ پر کوئی پوشیدہ نہیں
کیف تسلیم و رضا سے ہے بہار بے خزاں | صدمہ و غم میں بھی اختر روح رنجیدہ نہیں

☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆

[۱] (مجہول الاسناد حسب سابق موضوع حدیث)

چوتھا باب

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

کے

مزاح اور دل لگی و تفریحی مشغلہ

کے

پُرلطف واقعات

صحابہ کا آپس میں مزاح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ صحابہ خشک طبیعت زاہد یا راہب لوگ نہ تھے۔ ان کی محافل جہاں خوف وخشیت الٰہی سے لبریز ہوتی تھیں، وہاں مزاح کے پُر بہار لمحات بھی ان کی محافل کا حصہ تھے۔ حضرت قرۃ کہتے ہیں، میں نے امام ابن سیرین سے پوچھا کیا صحابہ آپس میں مزاح کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا، صحابہ انسان تھے اور ابن عمر جیسی زاہد شخصیت مزاح کرتی تھی[1]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دوست واحباب سے خود ہی مزاح نہیں فرماتے، بلکہ صحابہ بھی بعض اوقات آپ سے مزاح کرتے اور آپ اس کے جواب میں خوب شفقت فرماتے۔

مسند احمد میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر خاموشی اختیار فرماتے، بعض اوقات مسکراتے:۔

و كان اصحابه يذكرون عنده الشعر و اشياء من امورهم في الجاهلية فيضحكون وربما تبسم.[2]

صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) آپ کی مجلس میں جاہلیت کے اشعار اور اشیاء کا ذکر کرتے اور ان پر ہنستے، کبھی کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبسم بھی فرماتے۔

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن صحابہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ ان کی طبیعتوں پر انقباض ہرگز نہ تھا بلکہ ان کی طبیعتوں میں فرحت، خوش طبعی اور بشاشت تھی۔

لم يكن اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم متحزقين ولا متماوتين وكانوا يتناشدون الشعر في مجالسهم ويذكرون

---

۱ (الهیثمی، ۸۹:۸) ۲ (سیرۃ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ۱۴۸۰)

امر جاھیلیتھم واذا اریداحد منھم علی شیٔ من امر اللہ تعالیٰ دارت حما لیق عینیہ کانہ مجنون ۔[۱]

اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طبائع میں انقباض اور سڑیل پن نہ تھا، بلکہ وہ اپنی مجالس میں اشعار پڑھتے، جاہلیت دور کی اشیاء کا ذکر کرتے اگر ان میں سے کسی شئی سے اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی طرف اشارہ ہوتا تو ان کی آنکھیں دیوانوں کی طرح گھوم جاتیں۔

متماوتین کا معنی بیان کرتے ہوئے شیخ عبداللہ سراج الدین شامی لکھتے ہیں:۔

المراد انھم ما کانوا منکمشین علی نفوسھم و منقبضین بل کانوا منبسطین ومنطلقین ۔[۲]

اس سے مراد یہ ہے کہ اپنے نفوس میں انقباض رکھنے والے نہ تھے بلکہ وہ خوش طبع اور ظرافت والے تھے۔

مسلم نے سماک بن حرب سے روایت کیا ہے۔ میں نے حضرت جابر بن سمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔

اکنت تجالس رسول اللہ علیہ وسلم فقال جابر نعم کثیرا کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقوم من مصلاہ الذی یصلی فیہ الصبح حتی تطلع الشمس فاذا طلعت قام وکانوا یتحدثون فیاخذون فی امر الجاھلیۃ فیضحکون و تبسم صلی اللہ علیہ وسلم .

کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ومجلس میں بیٹھے ہو فرمانے لگے بہت دفعہ، آپ جس جگہ فجر کی نماز ادا کرتے طلوع آفتاب تک وہاں ہی تشریف رکھتے جب سورج طلوع ہو جاتا تو پھر اُٹھتے، صحابہ اس موقعہ پر امور جاہلیت کا تذکرہ کرکے ہنستے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تبسم فرماتے۔

---

[۱] (الادب المفرد) [۲] (سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:۱۴۸)

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں غزوۂ تبوک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ ایک چھوٹے سے خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ میں نے سلام عرض کیا آپ نے جواب دیا اور فرمایا اندر آجاؤ، خیمہ چھوٹا ہونے کی وجہ سے میں نے عرض کیا:۔

اکلی یا رسول اللّٰہ! کیا اقا میں سارا داخل ہو جاؤ؟ آپ نے فرمایا:۔

کلك. [1]

سارے کا سارا داخل ہو جاؤ۔

مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہنسا کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا ہاں! البتہ اُن کے دلوں میں ایمان پہاڑ وں سے کہیں زیادہ عظیم تھا۔ بلال بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے وہ نشانوں کے درمیان دوڑتے تھے اور بعض، بعض سے دل لگی کرتے تھے، ہنستے تھے۔ ہاں جب رات آجاتی تو راہب بن جاتے تھے۔ [2]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسانے والے صحابی

بخاری شریف میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص جس کا نام عبداللہ اور لقب حماد تھا۔

کان یضحك النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم

وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسا دیتے تھے [3]

یعنی گفتگو یا کوئی ایسا عمل کرتے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیتے ان کو صحابہ مضحك النبی (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسانے والا) کے نام سے یاد کرتے تھے۔ اسی صحابی کے بارے میں مسند ابویعلیٰ میں ہے:۔

---

۱ (مشکوٰۃ المصابیح، باب المزاح) ۲ (مشکوٰۃ المصابیح باب الضحک ص ۴۰۷ وقال رواہ البغوی فی شرح السنۃ) ۳ (البخاری، باب ما یکرہ من لعن شارب الخمر)

وکان یھدی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العکۃ من السمن والعسل فاذا جاء صاحبہ یتقاضاہ جاء بہ الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال اعط ھذا فناعہ فما یزید النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یتبسم ویامر بہ فیعطی[1]

کہ یہ رحمت دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بطور ہدیہ گھی اور شہد کا ڈبہ لایا کرتے جب قرض پر دینے والا شخص ان سے قرض کا مطالبہ کرتا۔ تو اسے حضور کی خدمت میں لا کر عرض کرتے کہ اسے اس کا سامان دے دو، آپ مسکرا دیتے اور اس کی ادائیگی کا حکم دے دیتے۔

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:۔

وکان لا یدخل الی المدینۃ طرفۃ الا اشتری منھا ثم جاء فقال یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ھذا ھدیتہ لک فاذا جاء صاحبہ یطلب ثمنہ جاء بہ فقال اعط ھذا الثمن فیقول الم تھدہ الی فیقول لیس عندی فیضحک ویامر لصاحبہ بثمنہ۔ [2]

یہ شہر مدینہ میں جب بھی کوئی نئی اور عمدہ چیز دیکھتے تو اسے خرید کر لے آتے۔ اور عرض کرتے میرے پیارے آقا یہ میں آپ کے لیے ہدیہ لایا ہوں۔ جب اس شئی کا مالک اس کی قیمت کا مطالبہ کرتا تو اسے آپ کے پاس لے آتے اور عرض کرتے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اُس شئی کی قیمت عنایت کیجیے۔ آپ فرماتے کیا تو نے مجھے وہ چیز بطور ہدیہ نہیں دی تھی؟ عرض کرتے میرے پاس اس کی قیمت نہیں آپ مسکرا دیتے اور اس کی ادائیگی کا حکم فرماتے۔

"الاصابہ" میں حضرت حمار کے تذکرہ میں ہے کہ ان کا نام عبداللہ تھا، حمار ان کا لقب تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسایا کرتے تھے۔[3]

---

[1] (فتح الباری،۱۲: ۶۳) [2] (فتح الباری ۱۲۔۶۴)

[3] حافظ ابن حجر نے الاصابہ: ۱۸۱۳ میں اسے بخاری کے حوالہ سے "از طریق زید بن اسلم از اسلم از عمر رضی اللہ عنہما" نقل کیا ہے۔ واقدی نے کہا ہے: یہ غزوۂ خیبر کا واقعہ ہے۔

فقیہ، محدث قاضی ابوعلی حسن بن بلقاسم بن بادیس القسمطینی کی کتاب ''فوائد الدرر وفوائد الفکر فی شرح مختصر السیر'' میں ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں ہے آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنساتی تھیں، ایک مرتبہ کہا: یارسول اللہ! میں نے گذشتہ رات آپ کے پیچھے نماز پڑھی، رکوع میں میں نے اس ڈر سے اپنی ناک پکڑ لی کہ کہیں اس سے خون نہ ٹپکنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے[1]

حضرت نعیمان بن عمرو بن رفاعہ انصاری کی اپنے آقا سے محبت

امام زبیر بن بکار نے ''کتاب الفکاھۃ والمزاح'' میں حضرت نعیمان بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی نقل کیا ہے کہ وہ جب بھی شہر مدینہ میں کوئی اچھی چیز دیکھتے تو خرید کر اپنے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور لے جاتے

وہ کہے گا میں غلام نہیں تم نہ ماننا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابوبکر صدیقؓ بصریٰ میں تجارت کے لیے تشریف لے گئے ان کے ساتھ دو اور بدری صحابی نعیمان اور سویبط رضی اللہ عنہما بھی تھے زادراہ کے انچارج حضرت سویبط تھے، راستہ میں ایک مقام پر نعیمان نے ان سے کچھ کھلانے کے لیے کہا تو انہوں نے کہا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آمد کا انتظار کرو۔ حضرت نعیمان بہت مزاح کرنے والے اور ہنسانے والے تھے۔ وہ وہاں سے اُٹھ کر قریب ہی کچھ ایسے لوگوں کے پاس گئے

---

[1] مرسل ہے جیسا کہ الاصابہ ۶۰۶ میں ہے، اسے ابن سعد نے روایت کیا ہے، ج ۴ ص۔ ۳۸۳۔۳۸۴۔ حافظ ابن حجر نے کہا: ابومعاویہ از اعمش از ابراہیم الخ یہ روایت مرسل ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

جن کو معاون کی ضرورت تھی ان سے کہنے لگے۔ میرے پاس ایک غلام ہے جو نہایت قوی، طاقتور ہے اگر تم خریدنا چاہو تو خرید لو انہوں نے جب ہاں کہہ دیا تو کہنے لگے وہ بہت تیز زبان ہے شاید تمہیں یہ کہے کہ میں غلام نہیں بلکہ آزاد ہوں، تم نے اس کی سنی نہیں ہے، اگر تم نے اسے اس کی باتوں کی وجہ سے نہ خریدا تو مجھے پریشان کرے گا۔

انہوں نے یقین دلایا ہم خرید لیں گے لہٰذا دس اونٹ اس غلام کی قیمت طے ہوئی اور ان کو ساتھ لا کر بتایا کہ سویبط غلام ہے حضرت سویبط نے بہت کہا یہ جھوٹ ہے میں غلام نہیں ہوں، لیکن انہوں نے کہا، ہمیں تیرے مالک نے پہلے یہ بات بتا دی تھی۔

فطرحوا الحبل فی رقبتہ فذھبوا بہ. انہوں نے سویبط کے گلے میں رسی ڈالی اور انہیں لے گئے۔[1]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس آئے تو انہیں نعیمان نے سارا معاملہ بتایا۔ آپ اپنے دوستوں کو ساتھ لے کر گئے۔ اونٹ واپس کئے اور سویبط کو لائے جب اس کی خبر واپسی پر حضور علیہ السلام کو دی تو آپ اور اس وقت مجلس میں موجود تمام صحابہ کرام یہ واقعہ سن کر خوب مسکرائے۔

یہ گٹھلیوں سمیت کھا گئے

ایک دفعہ صحابہ نے حضور علیہ السلام کی مجلس میں کھجوریں تناول کیں سبھی نے کھجوریں کھانے کے بعد گٹھلیاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھ دیں۔ جب صحابہ فارغ ہوئے تو ایک نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ تمام گٹھلیاں بتا رہی ہیں کہ یہ تمام کھجوریں انہوں نے ہی کھائی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواباً عرض کیا۔ معاملہ یہ ہے کہ کھجوریں تمام نے کھائی ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ میں نے گٹھلیاں نکال دی ہیں اور یہ لوگ گٹھلیاں سمیت کھا گئے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے ہے یمن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی

---

[1] (مسند احمد ۶: ۳۱۶)

عدالت میں ایک مقدمہ دائر ہوا کہ ایک عورت کے ساتھ ایک ہی طہر میں تین افراد نے وطی کی، اولاد کس کی ہوگی؟ آپ نے ان میں سے دو سے پوچھا کہ یہ بچہ تمہارا ہے؟ انہوں نے اقرار نہ کیا پھر دوسرے سے پوچھا، انہوں نے بھی اقرار نہ کیا پھر آپ نے دو دو سے ایک کے بارے میں پوچھا پھر بھی انہوں نے اقرار نہ کیا فرمایا میں تم میں قرعہ ڈالتا ہوں جس کا نکلا بچہ اس کا ہوگا اور اس پر دیگر دو کے لیئے دوتہائی دیت ہوگی۔

فاقرع بينهم فجعله لمن قرع فضحك رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى بدت افراسه.[1]

ان کے درمیان قرعہ ڈالا اور اسے دیدیا جس کا قرعہ نکلا حضور ﷺ یہ سن کر اتنے مسکرائے کہ مبارک داڑھیں نظر آئیں۔

صحابہ کرام کو تیراندازی اور تیراکی سیکھنے کا حکم

امام بخاری نے صحیح البخاری میں ''باب التحريض على الرمی'' کے تحت اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ذکر کیا ہے:......واعدوا لهم مااستطعتم من قوة.[2]

اور تیار رکھو ان کے لئے (ہتھیاروں کی) قوت سے جس قدر تم میں استطاعت ہو۔

حافظ ابن حجر نے '' فتح البارى '' میں کہا ہے اس آیت میں '' قوة '' کی تفسیر تیراندازی سے کی گئی ہے، صحيح البخاری، كتاب الجهاد والسير، صحیح مسلم میں عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر اس آیت کی تفسیر میں یہ ارشاد فرماتے سنا ہے: ''سنو! قوت تیراندازی ہے، قوت تیراندازی ہے، قوت تیراندازی ہے''۔[3]

علامہ بیضاوی کا کہنا ہے شاید نبی کریم ﷺ نے تیراندازی کا خاص طور پر اس لئے ذکر فرمایا کہ (اس دور میں) یہ سب سے قوی ترین ہتھیار تھا۔ سنن ابی داؤد میں عقبہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک تیر

---

[1] (ابوداؤد، کتاب الطلاق) [2] (الانفال: ۶۰) [3] (صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب فضل الرمى، رقم الحديث: ۴۹۴۶)

کے سبب اللہ تعالیٰ تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرماتا ہے، تیر بنانے والا جو اس کے بنانے میں خیر کا امیدوار ہے، اسے پھینکنے والا اور اسے تیر انداز کے پاس واپس لانے والا، سو تم تیر اندازی اور گھڑسواری کرو، تمہارا تیر اندازی کرنا مجھے سواری کرنے سے زیادہ محبوب ہے'' ۔[۱]

اسی روایت میں ہے جس نے تیر اندازی سیکھنے کے بعد عدم دلچسپی کے باعث اسے چھوڑ دیا اس نے کفرانِ نعمت کیا۔

صحیح مسلم میں ہے جس نے تیر اندازی سیکھ کر چھوڑ دی وہ ہم میں سے نہیں یا اس نے نافرمانی کی۔[۲]

علامہ اُبی کہتے ہیں یعنی وہ ہم سے متصل نہیں اور ہمارے زمرے میں داخل نہیں۔ علامہ نووی نے کہا ہے تیر اندازی سیکھ کر بھول جانے میں یہ عظیم تنبیہ ہے اور ایسا کرنا شدید مکروہ ہے۔

ابن ابن جمرہ ''بھجة النفوس'' میں کہتے ہیں ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ ایسے مقام سے گزرے جہاں بعض صحابہ تیر اندازی کی مشق کر رہے تھے، آپ وہاں (اس میدان) سے اپنے جوتے اتار کر چلے اور فرمایا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ یعنی یہ عمل جنت کے باغوں میں سے ایک باغ کا حق دار بناتا ہے۔

حافظ سیوطی نے ''الجامع الکبیر'' میں دیلمی از ابوسعید رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے یہ حدیث ذکر کی ہے۔ تیر اندازی اور قرآن سیکھو۔ پھر دیلمی کے حوالے سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ تیر اندازی سیکھو کیونکہ دو نشانوں کے درمیان جنت کے باغوں میں ایک باغ ہے۔[۳]

نماز مغرب اور عشاء کے درمیان انصار تیر اندازی کی مشق کرتے تھے

امام بخاری نے ''صحیح'' میں ''باب وقت المغرب'' کے زیرِ عنوان رافع

---

[۱] (سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب فی الرمی، رقم الحدیث: ۲۵۱۳) [۲] (صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب فضل الرمی، رقم الحدیث: ۴۹۴۹) [۳] مزید تفصیل کے لئے ''الدر المنثور'' میں آیت کریمہ ''واعدوا لهم ما استطعتم من قوة'' کی تفسیر ملاحظہ کریں اور ''التراتیب الاداریہ'' میں صنعت وحرفت کے زیرِ عنوان تیر اندازی اور تیراکی کے ابواب کا مطالعہ کریں۔

بن خدیج رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ہم مغرب کی نماز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھتے، پھر ہم میں سے کوئی واپس جاتا اور (اجالے کی وجہ سے) اپنے تیر گرنے کی جگہ کو دیکھ لیتا تھا۔[1]

امام احمد نے مسند میں علی بن بلال کے طریق سے انصار کے لوگوں سے نقل کیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھتے، پھر واپس لوٹتے اور تیر اندازی کرتے ہوئے اپنے گھروں تک آتے، ہمارے تیروں کے گرنے کی جگہیں ہم سے پوشیدہ نہ ہوتیں۔ (تیر گرنے کی جگہ اجالے کی باعث نظر آتی تھی) اس حدیث کا اسناد حسن ہے۔[2]

دوڑ میں گھوڑوں سے آگے نکل جانے والے صحابی

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے تذکرے میں ہے کہ آپ نہایت بہادر تیر انداز تھے، مصر میں جہاد کے ارادہ سے تشریف لائے تھے، آپ دوڑ کے مقابلہ میں پیدل ہوتے ہوئے گھوڑوں سے آگے نکل جاتے تھے۔[3]

صحابہ کرام تھکاوٹ دور کرنے کے لئے تفریحی مشاغل اختیار کرتے تھے

ابن ابن شیبہ نے ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کم عقل اور معمولی لوگ نہیں تھے، اپنی مجلسوں میں اشعار پڑھتے، دورِ جاہلیت کی باتیں سنا، سنایا کرتے تھے، لیکن جب کسی دینی معاملے میں گفتگو کرنا چاہتے تو ان کے آنکھوں کے پپوٹے دیوانوں کی آنکھوں جیسے نظر آنے لگتے تھے (پوری توجہ اور انہماک سے دینی گفتگو کرتے اور سنتے تھے)

---

[1] (صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، رقم الحدیث: ۵۵۹) [2] (مسند امام احمد (حدیث رجال من الانصار رضی اللہ عنہم)، رقم الحدیث: ۱۵۹۸۰) [3] (الاصابہ ج ۳ ص ۱۲۷)

ابن الانباری نے ابو بکر الثقفی سے مرفوعاً روایت کیا ہے کبھی یہ اور کبھی یہ ہوتا ہے کبھی قرآن کریم کی تلاوت اور اس کے مفاہیم و معانی میں غور وخوض ہوتا اور کبھی شعروشاعری اور خوش طبعی۔

علامہ مناوی کا کہنا ہے اس میں یہ اشارہ ہے کہ طالب علم کو چاہیے اپنے ذہن کو تفریح مہیا کرے، کبھی شعروشاعری سے کبھی قصہ کہانی سے، کیونکہ جب غور وفکر کی صلاحیت اکتاہٹ میں بدل جائے تو مفہوم تک رسائی ناممکن ہو جاتی ہے اور اسے کوئی پسند نہیں کرتا، اور کوئی انسان اپنے ذہن کو سمجھنے پر مجبور نہیں کرسکتا اور دل کو زبردستی مائل کرنے پر قادر نہیں ہے۔

قاضی عیاض نے ام زرع والی حدیث کی شرح میں حضرت ابوالدرداءؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اپنے نفس کو باطل میں تازہ دم کرتا ہوں تا کہ وہ حق کے قبول کرنے میں سستی اور اکتاہٹ کا شکار نہ ہو، (یعنی بطور تفریح ایسے مباح کام کرتا ہوں جو چنداں مطلوب نہیں ہوتے مگر نئے سرے سے نیک اعمال کے حصول کے لئے تازہ دم ہونے کی خاطر ایسا کرتا ہوں)

شیخ عبدالقادر الفاکہی المکی نے "منهاج الاخلاق السنية في مباهج الاخلاق السنية" میں ابی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ بعض نامعقول باتوں میں مشغول ہوتا ہوں تا کہ تازہ دم ہو کر حق کے لئے زیادہ فرحت وسرور حاصل کروں علامہ فاکہی کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ میں کسی مباح لہو میں مشغول ہوتا ہوں۔

قاضی عیاض نے محمد بن اسحاق کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما جب اپنے ساتھیوں کے ساتھ مجلس کرتے ان سے فرماتے ہمیں ترش چیز دو، لوگ اہل عرب کی باتیں کرنے لگتے، پھر آپ علمی شغل جاری کرتے، پھر اسی طرح کہتے، ایسا متعدد بار ہوتا تھا۔

"مناہج" الفاکہی میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جب اپنے ساتھیوں کی درس میں سستی ملاحظہ کرتے تو فرماتے ترش چیزیں لاؤ یعنی خوش طبعی کی چیزیں پیش کرو، اشعار سناؤ کیونکہ جس طرح بدن تھک جاتے ہیں اسی طرح روح بھی تھک جاتی ہے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے ترش چیزیں (کھٹاس) لانے کے حکم کا مطلب یہ ہے کہ جب تم حدیث، فقہ اور علوم قرآن کی تحصیل وتدریس سے تھک جاؤ تو اشعار اور اہل عرب کے واقعات میں مشغول ہو جاؤ، جس طرح اونٹ میٹھے پودے چرنے سے اکتا کر ترش اور نمکین پودے چرنے لگتا ہے۔

حضرت سواد بن قارب کے اشعار پر تبسم

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم نے سواد بن قارب کو دیکھا تو فرمایا:

مرحباً بسواد بن قارب قد علمنا ما جاء ك .

سواد بن قارب خوش آمدید اور ہم جانتے ہیں جو کچھ تم لائے ہو۔

انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے کچھ اشعار کہے ہیں آپ سماعت فرمایئے۔

اتانی ربی بعد لیل وهجعه ولم یکن فیما بلوت بکاذب

(رات کو خواب میں میرے پاس میرے رب کی تشریف آوری ہوئی اور اس بارے میں میں قطعاً جھوٹا نہیں ہوں)

ثلاث لیالی قوله کل لیلة اتاك نبی من لوئی بن غالب

(تین راتوں سے اس کا یہی ارشاد ہے کہ تمہارے پاس لوئی بن غالب خاندان سے نبی کی تشریف آوری ہو چکی ہے)

فاشهد ان الله لا شی غیره وانك مامون علی کل غائب

(میں اعلان کرتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ مخفی و غیب معاملہ کے امین ہیں)

وانك ادنی المرسلین شفاعة الی الله یا ابن الاکرمین الاطایب

(آپ کی شفاعت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے مقبول ہے اور آپ مکرم و معزز خاندان سے ہیں)

فمرنا بما یاتیك یا خیر من مشیٰ وان کان فیما جاء شیب الذوائب

(اے زمین پر سب سے افضل ذات ہمیں اپنی تعلیمات سے آگاہ فرمایئے)

ارشاد سننے کے بعد

فضحك رسول الله صلی الله علیه وسلم وقال

افلحت یا سواد[1]

[1] (دلائل النبوۃ للبیہقی ۲۹۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور کہا اے سواد تم نے کامیابی حاصل کرلی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مزاح

حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی مذاق کی بات کی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ نے کہا "یارسول اللہ بعض دعابات هذا الحي من كنانة" یارسول اللہ: (صلی اللہ علیہ وسلم) اس قبیلہ کی بعض مزاح کی باتیں قبیلہ کنانہ سے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا کہ "بل بعض مزحنا هذا الحي" بلکہ یہ خاندان ہمارے مزاح کا ایک حصہ ہے۔[1] اس واقعہ سے خوش دامن (ساس) کے مزاح کا ثبوت ملتا ہے۔

اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اباحنظلہ سے خطاب فرمایا) اس واقعہ سے سسر کا داماد کے ساتھ مذاق کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا مزاح

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تھے اور بی بی سودہ رضی اللہ عنہا موجود تھیں، میں نے قلیہ تیار کیا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے کہا کھاؤ انہوں نے کہا کہ مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا میں نے کہا کھاؤ نہیں تو تمہارے منہ پر مل دوں گی، انہوں نے کہا میں نہیں کھاؤں گی، میں نے پیالہ میں سے لے کر ان کے منہ پر لیس دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم دونوں کے بیچ میں بیٹھے تھے، اپنا پاؤں بیچ میں سے ہٹالیا تا کہ وہ بھی اپنا عوض مجھ سے لیں انہوں

---

[1] (حیاة الصحابہ ص ۵۷۳ ج ۲)

نے پیالے میں ہاتھ ڈال کر میرے منہ پر پھیر دیا آپ بیٹھے ہنستے رہے۔[1]
سوکنوں میں محبت کا اندازہ لگائیے رضی اللہ عنہن

ضحاک ابن سفیان رضی اللہ عنہ کا مزاح

ضحاک ابن سفیان کلابی نہایت بدصورت آدمی تھے، جب وہ بیعت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی وہاں موجو دتھیں اس وقت تک پردہ کا حکم نہ ہوا تھا، بیعت کے بعد انہوں نے عرض کیا کہ میرے پاس دو بیبیاں اس سرخ عورت (یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) سے اچھی ہیں اگر آپ نکاح کریں تو ایک کو میں آپ کے واسطے بھیج دوں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے پوچھا کہ وہ خوبصورت ہیں یا تم؟ انہوں نے کہا میں ان سے کہیں اچھا ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ اس سوال وجواب سے ہنس پڑے کہ ایسی صورت ہونے پر اپنے آپ کو خوبصورت جانتے ہیں۔[2]

ایک صاحب کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسانا

ایک آدمی عبداللہ نامی جس کا لقب گدھا تھا، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسایا کرتا تھا، اور وہ کھانے پینے کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آموجود ہوتا تھا، ایک روز اسے لایا گیا تو ایک آدمی نے کہا اللہ اس پر لعنت کرے یہ اکثر آموجود ہوتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس پر لعنت نہ کرو بلاشبہ یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرنے والا ہے۔[3]

صحابہ رضی اللہ عنہم کا آپس میں ایک دوسرے کو بطور مزاح خربوزہ مارنا

حضرت بکر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

---

[1] (مذاق العارفین ص ۱۸۲ ج ۳) [2] (حوالہ بالا) [3] (البدایہ والنہایہ اردو ص ۱۸۸ ج ۶)

صحابہ رضی اللہ عنہم مزاح میں ایک دوسرے پر خربوزے پھینکتے تھے، لیکن جب حقیقت اور کام کا وقت ہوتا تو اس وقت وہ مرد میدان ہوتے۔

حضرت قرۃ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم آپس میں ہنسی مذاق کیا کرتے تھے؟ حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہاں وہ عام لوگوں جیسے ہی تھے، چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ مزاح میں یہ شعر پڑھا کرتے۔

یحب الخمر من مال الندامی

ویکرہ ان تفارقہ الفلوس

ترجمہ:......وہ (بخیل ہے اس لئے) اپنے ہم نشینوں کے مال سے شراب پینا چاہتا ہے اور مال کی جدائی سے اسے بڑی ناگواری ہوتی ہے۔[1]

آئینہ ٹوٹ گیا

حضرت، پیر شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی جلالت شان سے کون ناواقف ہے؟ کسی نے آپ کو ایک بہت ہی قیمتی چینی آئینہ ہدیۃً دیا تھا، حضرت کبھی کبھی اس میں اپنا چہرہ دیکھ لیا کرتے تھے، اتفاقاً وہ آئینہ خادم کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا، اس کو بڑا ہی ڈر ہوا کہ حضرت عتاب فرمائیں گے، اس نے ڈرتے ڈرتے حضرت سے عرض کیا از قضاء آئینہ چینی شکست (قضاء وقدر کی وجہ سے وہ چینی آئینہ ٹوٹ گیا) تو حضرت نے یہ سن کر فی البدیہہ فرمایا خوب شد اسباب خود بینی شکست (اچھا ہوا کہ خود بینی کا ذریعہ اور سبب ٹوٹ گیا)۔[2]

الغرض مزاح ایک سنت مستحبہ ہے، جو لوگ اسے اپنی وقار اور شان کے خلاف سمجھتے ہیں وہ بہت بڑی غلطی پر ہیں، جب کہ یہ شان نبوت کے خلاف نہیں۔ شانِ صحابیت کے خلاف نہیں۔ شانِ ولایت کے خلاف نہیں۔ تو ہما شما کی شان کے خلاف کیسے ہو سکتا ہے؟

---

[1] (حیاۃ الصحابہ ص ۵۷۴ ج ۲) [2] (حضرت تھانوی کے پسندیدہ واقعات ص: ۵۰)

حضرت نعیمان رضی اللہ عنہ کا ایک اعرابی کے ساتھ مزاح

حضرت ربیعہ بن عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور اپنی اونٹنی مسجد سے باہر بٹھا کر اندر چلا گیا، حضرت نعیمان بن عمر وانصاری رضی اللہ عنہ جنہیں "النعیمان" کہا جاتا تھا ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا ہمارا گوشت کھانے کو بہت دل چاہ رہا ہے اگر تم اس اونٹنی کو ذبح کردو اور ہمیں اس کا گوشت کھانے کو مل جائے تو بہت مزہ آئے گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعد میں اونٹنی کی قیمت اس کے مالک کو دیدیں گے، چنانچہ حضرت نعیمان رضی اللہ عنہ نے اس اونٹنی کو ذبح کردیا پھر وہ دیہاتی باہر آیا اور اپنی اونٹنی کو دیکھ کر چیخ پڑا کہ اے محمد (ﷺ) ہائے ان لوگوں نے میری اونٹنی کو ذبح کردیا اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے باہر تشریف لے آئے اور پوچھا یہ کس نے کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا نعیمان رضی اللہ عنہ نے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نعیمان رضی اللہ عنہ کے پیچھے چل پڑے اور اس کا پتہ کرتے کرتے آخر حضرت ضباعہ بنت زبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کے گھر پہنچ گئے حضرت نعیمان رضی اللہ عنہ اس کے اندر ایک گڑھے میں چھپے ہوئے تھے اور انہوں نے اپنے اوپر کھجور کی ٹہنیاں اور پتے وغیرہ ڈال رکھے تھے، چنانچہ ایک آدمی نے اونچی آواز سے یہ کہا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے اسے نہیں دیکھا لیکن انگلی سے اس جگہ کی طرف اشارہ کردیا جہاں حضرت نعیمان رضی اللہ عنہ چھپے ہوئے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں جاکر انہیں باہر نکالا تو پتوں وغیرہ کی وجہ سے ان کا چہرہ بدلا ہوا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تو نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے کہا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جن لوگوں نے آپ کو میرا پتہ بتایا ہے

انہوں نے ہی مجھے کہا تھا کہ اس اونٹنی کو ذبح کردو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرانے لگے اور ان کا چہرہ صاف کرنے لگے اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دیہاتی کو اس اونٹنی کی قیمت ادا کی۔[1]

---

[1] (حیاۃ الصحابہ ص ۵۷۴ ج ۲)

حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت نعیمان رضی اللہ عنہ کی خوش طبعی

حضرت عبداللہ مصعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضرت مخرمہ بن نوفل ابن صہیب زہری رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں ایک نابینا بڑے میاں تھے ان کی عمر ایک سو پندرہ سال تھی ایک دن وہ مسجد میں پیشاب کرنے کھڑے ہوئے تو لوگوں نے شور مچا دیا، حضرت نعیمان عمرو بن رفاعہ بن حارث بن سواد بخاری رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور انہیں مسجد کے ایک کونے میں لے گئے اور ان سے کہا یہاں بیٹھ کر پیشاب کرلو اور انہیں وہاں بٹھا کر خود وہاں سے چلے گئے انہوں نے وہاں پیشاب کرلیا تو لوگوں نے شور مچا دیا، پیشاب کرنے کے بعد انہوں نے کہا تمہارا بھلا ہو مجھے یہاں کون لایا تھا، لوگوں نے کہا نعیمان بن عمر انہوں نے کہا اللہ اس کے ساتھ یہ کرے اور یہ کرے (یعنی انہیں بد عادی) اور میں بھی نذر مانتا ہوں کہ اگر وہ میرے ہاتھ لگ گئے تو میں انہیں اپنی اس لاٹھی سے بہت زور سے ماروں گا چاہے اس کا کچھ بھی جائے اس واقعہ کو کافی دن گذر گئے یہاں تک کہ حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ بھی بھول گئے ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسجد کے کونے میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، بڑی یکسوئی سے نماز پڑھا کرتے تھے ادھر ادھر توجہ نہ فرمایا کرتے، حضرت نعیمان رضی اللہ عنہ حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے کہا کیا آپ نعیمان رضی اللہ عنہ کو مارنا چاہتے ہیں انہوں نے کہا جی ہاں وہ کہاں ہیں؟ مجھے بتاؤ حضرت نعیمان رضی اللہ عنہ نے لا کر انہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑا کر دیا اور کہا یہ ہیں مارلو حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ نے دونوں ہاتھوں سے لاٹھی اس زور سے ماری کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سر میں زخم ہوگیا لوگوں نے انہیں بتایا کہ آپ نے تو امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مار دیا، حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ کے قبیلہ بنو زہرہ نے جب یہ سنا تو وہ سب جمع ہوگئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ نعیمان (رضی اللہ عنہ) پر لعنت کرے، تم نعیمان کو چھوڑ دو کیونکہ وہ جنگ بدر میں شریک ہوا تھا (اس لئے ان کی رعایت کرنی چاہیے)[1]

---

[1] (حیاۃ الصحابہ ص ۵۷۶ ج ۲)

صحابہ رضی اللہ عنہم آپس میں ہنسی مذاق فرمایا کرتے

حضرت قرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ آپس میں ہنسی مذاق کیا کرتے تھے؟ حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہاں وہ عام لوگوں جیسے ہی تھے۔

چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ مذاق میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

یحب الخمر من ما ل الندامیٰ ویکر ہ ان تفار قہ الفلو س

ترجمہ:...... وہ (بخیل ہے اس لئے) اپنے ہم نشینوں کے مال سے شراب پینا چاہتا ہے، اور مال کی جدائی سے اسے بڑی ناگواری ہوتی ہے۔"[۱]

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ کیا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مذاق کیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا ہاں وہ بھی ہنسی مذاق کرتے تھے لیکن ایمان ان کے دلوں میں پہاڑ سے بھی زیادہ مضبوط تھا۔ حضرت بلال بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اصحاب رسول اللہ ﷺ کو اس حال میں دیکھا ہے کہ وہ مقررہ نشانوں کے درمیان دوڑا بھی کرتے تھے (جس طرح بچے اور نوجوان کھیل اور مشق کیلئے دوڑ میں مقابلہ کرتے ہیں) اور باہم ہنستے ہنساتے تھے لیکن جب رات ہو جاتی تو سب سے یک سو ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو جاتے۔[۲]

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خوش طبعی

حضرت انیسہ کہتی ہیں کہ محلہ کی لڑکیاں اپنی بکریاں لے کر دودھ نکلوانے کے لئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا کرتی تھیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ انہیں خوش کرنے کے لئے فرماتے کیا تم چاہتی ہو کہ میں ابن عفراء کی طرح تمہیں دودھ نکال کر دوں۔[۳]

---

[۱] (حیاۃ الصحابہ، ص ۵۷۴ ج ۲) [۲] (مشکوٰۃ) [۳] (حیاۃ الصحابہ، ص ۵۶۴ ج ۲)

حضرت ابن المسیب سے منقول ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تاجر آدمی تھے روزانہ صبح جا کر خرید وفروخت کرتے۔ ان کا بکریوں کا ایک ریوڑ بھی تھا جو شام کے وقت ان کے پاس آتا کبھی اس کو چرانے خود جاتے اور کبھی کوئی اور چرانے جاتا اپنے محلّہ والوں کی بکریوں کا دودھ بھی نکال دیا کرتے جب یہ خلیفہ بنے تو محلّہ کی ایک لڑکی نے کہا (اب تو حضرت ابوبکر خلیفہ بن گئے ہیں لہٰذا) ہمارے گھر کی بکریوں کا دودھ اب کوئی نہیں نکالا کرے گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا نہیں میری عمر کی قسم میں آپ لوگوں کے لئے دودھ ضرور نکالا کروں گا اور مجھے امید ہے کہ خلافت کہ ذمہ داری جو میں نے اٹھائی ہے یہ مجھے ان اخلاق کریمانہ سے نہیں ہٹائے گی جو پہلے مجھ میں ہیں۔ چنانچہ خلافت کے بعد بھی محلّہ والوں کے لئے دودھ نکالا کرتے تھے اور بعض دفعہ ازراہ مذاق محلّہ کی لڑکی سے کہتے اے لڑکی تم کیسا دودھ نکلوانا چاہتی ہو جھاگ والا یا بغیر جھاگ کے کبھی وہ کہتی جھاگ والا اور کبھی کہتی بغیر جھاگ والا بہر حال وہ جیسے کہتی ویسے یہ کرتے رہے[1]

---

[1] (حیاۃ الصحابہ، ص ۵۶۴ ج ۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خوش طبعی

حضرت صالح کمبل فروش رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میری دادی جان نے یہ بیان کیا کہ میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک درہم کی کھجوریں خریدیں اور انہیں اپنی چادر میں ڈال کر اٹھانے لگے تو میں نے ان سے کہا کہ یا کسی مرد نے ان سے کہا کہ اے امیر المومنین! آپ کی جگہ میں اٹھالیتا ہوں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں۔ (میں نے یہ کھجوریں بچوں کے لئے خریدیں ہیں اس لئے) بچوں کا باپ ہی ان کے اٹھانے کا زیادہ حق دار ہے۔[۲]

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی خوش مزاجی

حضرت ہریم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک گدھے پر سوار ہیں جس کی پیٹھ ننگی ہے اور انہوں نے سنبلان مقام کی بنی ہوئی چھوٹی سی قمیص پہن رکھی تھی جو نیچے سے تنگ تھی ان کی پنڈلیاں لمبی تھیں ان پر بال بہت تھے۔ قمیص ان کی اونچی تھی جو گھٹنوں تک پہنچ رہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ بچے پیچھے سے ان کے گدھے کو بھگا رہے ہیں میں نے بچوں کو کہا کہ تم امیر سے پرے نہیں ہٹتے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا انہیں چھوڑ دو اچھے برے کا تو کل پتہ چل جائے گا۔[۳]

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ”حضرت سلمان رضی اللہ عنہ مدائن کے گورنر تھے ایک دفعہ قبیلہ بنو تیم اللہ کا ایک شامی آدمی آیا اس کے پاس بھوسے کا ایک گٹھڑ تھا اسے راستہ میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ملے انہوں نے گھٹنے تک کی شلوار اور چغہ پہن رکھا تھا اس آدمی نے ان سے کہا لو میرا یہ گٹھڑ اٹھالو، وہ آدمی ان کو پہچانتا نہ تھا

---

۲ (حیاۃ الصحابہ، ص ۵۵۴ ج ۲)
۳ (ایضاً ص ۵۶۸)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے وہ گٹھڑ اٹھالیا جب اور لوگوں نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو انہوں نے انہیں پہچان لیا اور اس آدمی سے کہا یہ تو ہمارے گورنر ہیں اس آدمی نے آپ سے عرض کیا کہ میں آپ کو پہچانا نہیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں میں اسے تمہارے گھر تک پہنچادوں گا۔ دوسری سند کی روایت میں ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے تمہاری خدمت کی نیت کی ہے اس لئے جب تک میں اسے تمہارے گھر تک نہیں پہنچاؤں گا اسے (سر سے اتار کر) نیچے نہیں رکھوں گا۔[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی خوش مزاجی

حضرت مکحول ازدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں مسجد کے کونے میں ایک آدمی کو چھینک آئی تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے (از راہ مزاح) فرمایا اگر تم نے الحمد اللہ کہا تو پھر یرحمک اللہ۔[2]

بہت ہنسانے اور مسکرانے والے

حضرت عمرہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیبیوں میں سے کسی کے ساتھ تنہائی میں ہوتے تھے تو آپ کا برتاؤ (عمل) کیسا ہوتا تھا؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا آپ کا عمل تمہارے مردوں کی طرح ہوتا تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ نفیس اور نرم خو بہت ہنسانے اور مسکرانے والے تھے۔[3]

---

۱ (حیاۃ الصحابہ، ص ۵۶۸ ج ۲)
۲ (حیاۃ الصحابہ، ص ۵۰۸ ج ۲)
۳ (کنز العمال، ص ۲۲۲ ج ۷)

اثنائے درس میں خوش وقتی اور تفریحی باتیں

حضرات صحابہ اپنی مجلسوں اور حلقوں میں نہایت انبساط و نشاط کے ساتھ تعلیم دیتے تھے وہ نرے خشک بھی نہیں تھے، بلکہ خوش طبع خوش خلق اور خوش وقت تھے، اپنے تلامذہ کی نفسیات سے اچھی طرح واقف تھے، موقعہ بہ موقعہ تفریحی اور خوش کن باتیں کرتے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ دلوں کو سکون دو اور ان کے لئے حکمت کے لطائف و ظرائف تلاش کرو، جب دل پر جبر کیا جائے گا تو اندھا ہو جائے گا، عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ جسم کی طرح دل بھی ملول ہوتے ہیں، ان کے لئے حکمت اور لطائف تلاش کرو، ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اپنے دل کو کبھی کبھی لغو باتوں سے بہلاتا ہوں تاکہ اس سے حق اور صحیح بات کے بارے میں قوت ملے۔[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود ہر پنجشنبہ کو وعظ بیان کرتے تھے، ان کا وعظ بڑا دل نشین اور بہت پُر اثر ہوتا تھا، لوگوں نے ان سے کہا کہ کیا اچھا ہو کہ آپ ہم کو روزانہ وعظ سنایا کریں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھ کو تم لوگوں کے جمع ہونے کی خبر ملتی ہے مگر میں تمہاری گھبراہٹ اور اکتاہٹ کو پسند نہیں کرتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی خیال سے ہم کو ناغہ ناغہ سے وعظ سنایا کرتے تھے۔[2]

ایک مرتبہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے تلامذہ نے ان سے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ اخلاق و عادات بیان کیجئے، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ جب دنیا کی باتیں کرتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ دنیا کی باتیں کرتے، اور جب ہم آخرت کی باتیں کرتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ آخرت کی باتیں کرتے، اور جب ہم کھانے کی باتیں کرتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ کھانے کی باتیں کرتے، میں یہ تمام باتیں تم لوگوں سے بیان کروں گا، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا

[1] (الفقیہ والمتفقہ اور جامع بیان العلم وغیرہ) [2] (بخاری)

آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طویل الصمت قلیل الضحك تھے، زیادہ خاموش رہتے اور کم ہنستے تھے بسا اوقات صحابہ آپ کے سامنے اشعار پڑھتے تھے اور اپنی باتیں کر کے ہنستے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبسم فرما دیتے تھے۔[1]

ابو خالد دالبی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی مجلسوں میں بیٹھا کرتے تھے وہ حضرات آپس میں اشعار سنتے سناتے تھے اور زمانہ جاہلیت کی جنگوں کا تذکرہ کرتے تھے۔[2]

ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نہ منقبض تھے نہ ان پر مردنی چھائی رہتی تھی، بلکہ وہ اپنی مجلسوں میں اشعار سننے سناتے تھے، دور جاہلیت کے واقعات بیان کرتے تھے اور جب ان میں سے کسی کو اللہ کے حکم کی دعوت دی جاتی تھی تو مارے خوف وخشیت کے آنکھوں میں گردش ہونے لگتی تھی جیسے وہ دیوانہ ہے۔[3]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بڑے خوش مزاج اور ظریف الطبع انسان تھے، ان کی مجلس میں اس قسم کی باتیں زیادہ ہوتی تھیں، ابن ابی مُلیکہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ ابن عباس کی مجلس میں گئے، تو انہوں نے کہا کہ تم لوگوں کو جو کچھ پوچھنا ہو مجھ سے پوچھو، آج میری طبیعت میں نشاط وانشراح ہے، سورۂ بقرہ اور سورہ یوسف کے بارے میں سوال کرو۔[4]

ابن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ تم مجھ سے ایک آیت کی تفسیر کیوں نہیں پوچھتے ہو جس میں ایک سو آیت ہے، فتنال فتونا ہر خیر فتنہ ہے ہر شر فتنہ ہے۔

مذکورہ بالا تصریحات کے مطابق حضرات صحابہ اپنی مجلسوں اور حلقوں میں بعض اوقات تفریحی باتیں بیان کرتے تھے جن میں حکمت ودانائی کی باتیں ہوتی تھیں،

---

[1] (الفقیه والمتفقه ج ۲ ص ۱۱۰ و ۱۱۱) [2] (جامع بیان العلم ج ا ص ۱۰۵)

[3] (الادب المفرد، باب الکبر) [4] (جامع بیان العلم ج ا ص ۱۱۵)

اور طالب علموں کی اکتاہٹ دور کرنے اور ان میں نشاط پیدا کرنے کے لئے وقتاً فوقتاً خوش کن واقعات واشعار سنایا کرتے تھے۔

حدیث اُم زرع

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ گیارہ عورتیں یہ معاہدہ کر کے بیٹھیں کہ اپنے اپنے خاوند کا پورا پورا حال سچا سچا بیان کر دیں گی کچھ چھپائیں گی نہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

(۱)......ایک عورت ان میں سے بولی کہ میرا خاوند ناکارہ دبلے اونٹ کے گوشت کی طرح ہے (کہ زیادہ مرغوب نہیں ہوتا) اور بایں ہمہ سخت دشوار گزار پہاڑ کی چوٹی پر رکھا ہو کہ نہ پہاڑ کا راستہ سہل جس کی وجہ سے وہاں چڑھنا ممکن ہو اور نہ وہ گوشت ایسا کہ اس کی وجہ سے سو (۱۰۰) وقت اٹھا کر اس کے اتارنے کی کوشش کی جائے اور اس کو اختیار کیا جائے۔

(۲)......دوسری بولی کہ میں اپنے خاوند کی بات کہوں تو کیا کہوں (اس کے متعلق کچھ ذکر کرنا نہیں چاہتی) مجھے یہ ڈر ہے کہ اس کے عیوب شروع کروں تو خاتمہ کا ذکر نہیں اگر کہوں تو برا بھلا سب ذکر کروں۔

(۳)......تیسری بولی کہ میرا خاوند لم ڈھیگ (احمق) ہے اگر میں کبھی کسی بات میں بول پڑوں تو فوراً طلاق اگر چپ رہوں تو ادھر میں لٹکی رہوں۔

(۴)......چوتھی نے کہا میرا خاوند تہامہ کی رات کی طرح معتدل المزاج ہے نہ گرم ہے نہ ٹھنڈا کسی قسم کا خوف نہ ملال۔

(۵)......پانچویں نے کہا کہ میرا خاوند جب گھر میں آتا ہے تو چیتا بن جاتا ہے اور جب باہر جاتا ہے تو شیر بن جاتا ہے اور جو کچھ گھر میں ہوتا ہے اس کی تحقیقات نہیں کرتا۔

(۶)......چھٹی بولی کہ میرا خاوند اگر کھاتا ہے تو سب نمٹا دیتا ہے اور جب پیتا ہے تو سب چڑھا جاتا ہے جب لیٹتا ہے تو اکیلا ہی کپڑے میں لپٹ جاتا ہے میری طرف ہاتھ بھی نہیں بڑھاتا جس سے میری پراگندگی معلوم ہو سکے۔

(۷)......ساتویں کہنے لگی کہ میرا خاوند صحبت سے عاجز نامرد بلکہ اتنا بے وقوف

کہ بات بھی نہیں کرسکتا دنیا میں جوکوئی بیماری کسی میں ہو وہ اس میں موجود، سر پھوڑ دے یا بدن زخمی کردے یا دونوں ہی کرگذرے۔

(۸)......آٹھویں نے کہا کہ میرا خاوند چھونے میں خرگوش کی طرح نرم اور خوشبو میں زعفران کی طرح مہکتا ہوا ہے۔

(۹)......نویں نے کہا میرا خاوند رفیع الشان بڑا مہمان نواز اونچے مکان والا بڑی راکھ والا ہے، دراز قد والا ہے اس کا مکان مجلس اور دارالمشورہ کے قریب ہے۔

(۱۰)......دسویں نے کہا میرا خاوند مالک ہے، مالک کا کیا حال بیان کروں وہ ان سب سے جواب تک کسی نے تعریف کی ہے یا ان سب تعریفوں سے جو میں بیان کروں گی بہت ہی زیادہ قابل تعریف ہے اس کے اونٹ بکثرت ہیں جو اکثر مکان کے قریب بٹھائے جاتے ہیں چراگاہ میں چرنے کے لئے کم جاتے ہیں وہ اونٹ جب باجہ کی آواز سنتے ہیں تو سمجھ لیتے ہیں اب ہلاکت کا وقت آ گیا۔

(۱۱)......گیارہویں عورت ام زرعہ نے کہا میرا خاوند ابوزرعہ تھا ابوزرعہ کی کیا تعریف کروں، زیوروں سے میرے کان جھکا دیئے (کھلا کھلا کر) چربی سے میرے بازو پر کردیئے مجھے ایسا خوش خرم رکھا کہ میں خود پسندی اور عجب میں اپنے آپ کو بھلی لگنے لگی مجھے ایک ایسے غریب گھرانہ میں پایا جو بڑی تنگی کے ساتھ چند بکریاں پر گزارہ کرتے تھے وہاں سے ایسے خوش حال خاندان میں لایا جن کے یہاں گھوڑے اونٹ کھیتی کے بیل اور کسان (ہر قسم کی ثروت موجود تھی، اس سب کے باوجود اس کی خوش خلقی کے) میری کسی بات پر برا بھلا نہیں کہتا تھا میں دن چڑھے تک سوتی تو کوئی جگا نہیں سکتا تھا، کھانے پینے میں ایسی وسعت کہ سیر ہو کر چھوڑ دیتے تھے (اور ختم نہ ہوتا تھا) ابوزرع کی ماں (میری خوش دامن) بھلا اس کی کیا تعریف کروں اس کے بڑے بڑے برتن ہمیشہ بھرپور رہتے تھے اس کا مکان نہایت وسیع تھا، ابوزرع کا بیٹا بھلا اس کا کیا کہنا وہ بھی نور علی نور ایسا پتلا دبلا چھریرے بدن کا کہ اس کے سونے کا حصہ (یعنی پسلی وغیرہ) ستی ہوئی ٹہنی یا ستی ہوئی تلوار کی طرح سے باریک بکری کے بچہ کا ایک دست اس کے پیٹ بھرنے کے لئے کافی، ابوزرع کی بیٹی بھلا اس کی کیا

بات، ماں کی تابعدار باپ کی فرمانبردار موٹی تازی سوکن کی جان تھی، ابوزرع کی باندی کا کمال کہ ہمارے گھر کی بات کبھی بھی باہر جا کر نہ کہے کھانا تک کی چیز بے اجازت خرچ نہیں کرتی، گھر میں کوڑا کباڑ نہیں ہونے دیتی صاف وشفاف رکھتی ہے، ہماری یہی حالت تھی کہ ایک دن صبح کے وقت جبکہ دودھ کے برتن بلوئے جارہے تھے ابوزرع گھر سے نکلا راستہ میں ایک عورت پڑی ہوئی ملی، جس کے کمر کے نیچے چیتا جیسے دو بچے اناروں سے کھیل رہے ہوں پس وہ کچھ ایسی پسند آئی کہ مجھے طلاق دیدی اور اس سے نکاح کرلیا، اس کے بعد میں نے ایک اور سردار شریف آدمی سے نکاح کرلیا جو شہسوار ہے اور سپہ گر، اس نے مجھے بڑی نعمتیں دیں، اور ہر قسم کے جانور اونٹ، گائے، بکری وغیرہ وغیرہ سے ایک ایک جوڑا مجھے دیا، اور یہ بھی کہا کہ ام زرع خود بھی کھا اور اپنے میکہ میں جو چاہے بھیج، لیکن بات یہ ہے کہ اگر میں اس کی ساری عطاؤں کو جمع کروں تب بھی ابوزرع کی چھوٹی سی چھوٹی عطا کے برابر نہیں ہوسکتی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قصہ سنا کر مجھ سے ارشاد فرمایا کہ میں بھی تیرے لئے ایسا ہی ہوں جیسا کہ ابوزرع ام زرع کے واسطے۔
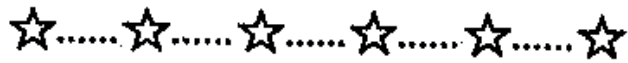
(ف)......اس کے بعد اور احادیث میں یہ بھی آتا ہے مگر میں تجھے طلاق نہیں دوں گا، طبرانی کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس پر فرمایا کہ حضرت ابوزرع کی کیا حقیقت آپ میرے لئے اس سے بہت زیادہ بڑھ کر ہیں حق تعالیٰ جل شانہ ہر مسلم زوجین کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع بھی نصیب فرمادیں کہ یہ عفت کا باعث ہوتا ہے۔ آمین [1]

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خصائل سے یہ روایت اختصار کے ساتھ لی ہے اس کی تفصیل وتشریح درکار ہو تو خصائل کا مطالعہ فرمائیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات مزاح کے بعد مناسب معلوم ہوا کہ حدیث ام زرع بھی نقل کردی جائے کہ یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاح میں سے ہے

---

[1] (خصائل شرح شمائل ص ۱۳۵)

جیسا کہ ابن کثیر نے لکھا ہے۔

''اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ، خوش طبعی اور حسن اخلاق میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ام زرع کی طویل بات کا سننا بھی ہے[1]۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆

---

[1] (تاریخ ابن کثیر ص ۶۸۸ ج ۶)

ضمیمہ

مذکورہ کھیلوں کے علاوہ باقی کھیلوں کا شرعی حکم

یہ تو چند وہ کھیل تھے جن کا آحادیث وآثار میں باقاعدہ ذکر آیا ہے۔ حدودِ شرعیہ کو قائم رکھتے ہوئے ان کھیلوں کے جواز میں تو کوئی شبہ نہیں مگر ان کے علاوہ باقی کھیلوں کا شرعی حکم کیا ہے؟ ان کے بارے میں حکم درج ذیل ہے:۔

(۱)...... جن کھیلوں کی احادیث وآثار میں صریح ممانعت آگئی ہے وہ ناجائز ہیں جیسے نرد، شطرنج، کبوتر بازی اور جانوروں کو لڑانا (وغیرہ)

(۲)...... جو کھیل کسی حرام ومعصیت پر مشتمل ہوں وہ اس معصیت یا حرام کی وجہ سے ناجائز ہوں گے۔ ان کی کئی صورتیں ممکن ہیں۔ مثلاً کسی کھیل میں ستر کھولا جائے یا اس کھیل میں جوا کھیلا جارہا ہو یا اس میں مرد وزن کا مخلوط اجتماع ہو۔ یا اس میں موسیقی کا اہتمام کیا گیا ہو۔ یا اس کھیل میں کفار کی نقالی کی جارہی ہو۔

(۳)...... جو کھیل فرائض اور حقوق واجبہ سے غافل کرنے والے ہوں وہ بھی ناجائز ہوں گے۔ کیونکہ جو چیز بھی انسان کو اس کے فرائض اور حقوق واجبہ سے غافل کرنے والی ہو وہ لہو میں داخل ہو کر ناجائز ہے[۱]

(۴)...... جس کھیل کا کوئی مقصد نہ ہوں، بلا مقصد محض وقت گزاری کے لئے کھیلا جائے وہ بھی ناجائز ہوگا۔ کیونکہ یہ اپنی زندگی کے قیمتی لمحات کو ایک لغو کام میں ضائع کرنا ہے[۲]

---

[۱] (مجہول الاسناد حسب سابق موضوع حدیث) [۲] امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاستئذان (صحیح بخاری) میں باب قائم فرمایا ہے: کل لهو باطل اذا شغله عن طاعة الله . یعنی ہر لہو جب انسان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے غافل کردے تو وہ باطل ہے یعنی گناہ ہے"۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

قرآن حکیم میں کامیاب مؤمنین کی تعریف کرتے ہوئے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔والذین هم عن اللغو معرضون

''اور یہ وہ لوگ ہیں جو لغو یعنی فضول باتوں سے اعراض کرنے والے ہیں۔''[1]

بقیہ:۔۔۔صورت یہ ہے کہ کوئی شخص کسی بھی چیز میں ایسی مشغولیت اختیار کرے جس سے (فرائض سے) غفلت پیدا ہو جائے خواہ چیز شرعاً جائز ہو یا ناجائز۔ مثلاً کوئی شخص عمداً نفل نماز، تلاوتِ قرآن، ذکر اللہ یا قرآن کے معانی میں غور و فکر کے اندر اس طرح مشغول رہا کہ فرض نماز کا وقت نکل گیا تو وہ بھی اس ضابطہ کے تحت داخل ہے (یعنی ایسی صورت میں یہ نفل عبادت بھی لہو میں داخل ہوگی۔ کیونکہ اس نے فرض نماز سے غافل کر دیا ہے) جب نفلی عبادت کا یہ حال ہے جن کے فضائل وارد ہیں اور جو شرعاً مطلوب بھی ہوتی ہیں تو پھر اس سے کم درجہ کی اشیاء کا کیا حکم ہوگا؟ (یعنی جائز اشیاء تو بطریق اولیٰ ناجائز ہوں گی جبکہ وہ انسان کو حقوق و فرائض کی ادائیگی سے غافل کر دیں''۔ (فتح الباری ص ۹۱ جلد ۱۱)

۳ قال العلامة الكاسانى فى كتاب السباق: واما شرائط جوازه فأنواع منها أن يكون فى الأنواع الاربعة الحافر والخف والنصل والقدم لا فى غيرها لما روى انه عليه الصلاة والسلام قال لا سبق الا فى خف أو حافر أو نصال الا أنه زيد عليه السبق فى القدم بحديث سيدتنا عائشه رضى الله عنها ففيما وراءه بقى على اصل النفى ولأنه لعب واللعب حرام فى الأصل الا أن اللعب بهذه الاشياء صار مستثنى من التحريم شرعا لقوله عليه الصلاة والسلام كل لعب حرام الا ملاعبة الرجل امرأته وقوسه وفرسه۔ حرم عليه الصلاة والسلام كل لعب واستثنى الملاعبة بهذه الاشياء المخصوصة فبقيت الملاعبة بما وراءه على اصل التحريم اذا لاستثناء تكلم بالباقى بعد الثناء ......فصارت هذه الانواع مستثناه من التحرير فبقى ماوراءها على اصل الحرمة ولان الاستثناء يحتمل أن يكون لمعنى لا يوجد فى غيرها وهو الرياضة والاستعداد لأسباب الجهاد فى الجملة فكانت لعبا صورة ورياضة وتعلم اسباب الجهاد فيكون جائزا اذا استجمع شرائط الجواز۔ ولئن كان لعبا لكن اللعب اذا تعلقت به عاقبة حميدة لايكون حراما ولهذا استثنى ملاعبة الأهل لتعلق عاقبة حميدة بها۔ (بدائع الصنائع ص ۲۰۶ ج ۶)

---

[1] (سورۃ المومنون:۳)

البتہ وہ کھیل جوان مذکورہ بالا خرابیوں سے خالی ہوں ان کے کھیلنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ فقہائے کرام اور محدثین رحمہم اللہ کی عبارات سے واضح ہے جو آگے پیش کی جارہی ہیں۔

فقہائے کرام اور محدثین رحمہم اللہ کی چند عبارات

سابقہ احادیث کی شرح کرتے ہوئے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

"حدیث میں ذکر کردہ کھیلوں ہی میں ہر وہ کھیل داخل ہے جو علم و عمل کے لئے معاون بنتا ہو اور فی نفسہ جائز کاموں میں اس کا شمار ہو۔ جیسا کہ پیدل دوڑ، گھوڑ دوڑ، اُونٹوں کی دوڑ یا بدن کی تقویت اور دماغ کی تراوٹ کے ارادہ سے چہل قدمی وغیرہ۔

علامہ ابن عربی مالکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شرح ترمذی میں لکھتے ہیں:۔

"یہ حدیث اپنی قوت کے ساتھ دلالت کرتی ہے ہر وہ کھیل جس کا نفع یقینی ہو یا دشمن کے مقابلہ میں ٹریننگ کا کام دیتا ہو وہ حدیث میں ذکر کردہ کھیلوں کی طرح ہے۔ جیسے نیزہ بازی، ڈھال کی مشق یا پیدل دوڑ کا مقابلہ جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑ لگائی۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری قدس سرہ العزیز شرح ابوداؤد میں لکھتے ہیں۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تو صرف تیر اندازی تھی اب تیر اندازی کے حکم میں بلکہ تیر اندازی کے بجائے وہ جدید آلات حرب شمار ہوں گے جو ہمارے زمانہ میں استعمال کئے جاتے ہیں جیسے بندوق اور توپ کا نشانہ وغیرہ۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ اس حدیث میں نشانہ بازی تیر اندازی اور جہاد فی سبیل اللہ کی نیت سے اُن کی طرف

توجہ دینے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ یہی حکم ہے نیزہ بازی اور تمام انواع واقسام کے ہتھیاروں کے استعمال اور گھوڑ دوڑ وغیرہ کا جن کا بیان اُوپر گزر چکا۔ اور ان سب کھیلوں کی اجازت اس لئے کہ ان سے جہاد کی تربیت، آلات جہاد کی مشق اور اس میں مہارت اور اعضاء کی ورزش کا مقصد حاصل ہوتا ہے[1]

علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ معالم السنن میں لکھتے ہیں:۔

"اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھیلوں کی باقی سب قسمیں ممنوع ہیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ان مذکورہ کھیلوں کی اجازت دی ہے اس لئے کہ ان میں سے ہر کھیل میں اگر آپ غور کریں گے تو یا تو وہ حق (یعنی نیک کام) کے لئے معاون ہے یا اس کا ذریعہ ہے۔ البتہ ان کھیلوں کے حکم میں وہ کھیل بھی داخل ہیں جن کے ذریعے انسان کی جسمانی ورزش ہوتی ہو تا کہ اُن کے ذریعے بدن مضبوط ہو سکے اور دشمن سے مقابلہ کی قوت حاصل ہو۔ جیسے ہتھیاروں کا مقابلہ اور پیدل دوڑ وغیرہ۔ باقی رہے وہ طرح طرح کے کھیل جنہیں بیکار لوگ کھیلتے ہیں مثلاً شطرنج، نرد، کبوتر بازی اور دیگر بے مقصد کھیل وہ سب ممنوع ہیں۔ کیونکہ اُن سے نہ کسی نیک کام میں مدد ملتی ہے اور نہ کسی واجب کی ادائیگی کے لئے فرحت کا سامان حاصل ہوتا ہے"[2]

حضرت اقدس مولانا مفتی شفیع صاحب قدس سرہ نے اپنی تصنیف احکام القرآن عربی میں مندرجہ رسالہ "السعی الحثیث فی تفسیر لھو الحدیث" میں روایات حدیث اور عبارات فقہاء کا خلاصہ درج ذیل عبارت میں ارشاد فرمایا:۔

---

[1] (بذل المجہود ص ۳۲۸ ج ۱۱)

[2] تھذیب الامام ابن قیم ص ۳۲۱ ج ۳ بھامش مختصر سنن ابی داؤد للمنذری والخطابی۔

''سلف وخلف میں سے کوئی عالم اس بات کا قائل نہیں کہ کھیل کود علی الاطلاق جائز ہے۔ روایاتِ حدیث یا تو مطلقاً کھیل کود کو ممنوع قرار دیتی ہیں یا چند کو مُباح قرار دے کر باقی کو ممنوع قرار دیتی ہیں۔ اور اگر آپ ان جائز کھیلوں کا بنظرِ غائر جائزہ لیں جنہیں شریعت نے ممنوع کھیلوں میں سے مستثنیٰ کر کے جائز قرار دیا ہے تو آپ دیکھیں گے کہ حقیقتاً یہ کھیل ''لہو'' میں داخل ہی نہیں۔ انہیں صرف ہمشکل ہونے کی وجہ سے لہو فرمایا دیا گیا ہے جیسا کہ اصحاب السنن نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے'' لیس من اللھو ثلاث الحدیث یعنی یہ تین کھیل نشانہ بازی، گھوڑے کو سدھانا اور اپنی بیوی کے ہمراہ کھیلنا) لہو میں سے نہیں ہیں۔ ویسے یہ کھیل لہو میں کیسے داخل ہو سکتے ہیں جبکہ لہو میں یہ مفہوم لازمی ہے کہ وہ بیکار کی مشغولیت ہو جس کی نہ کوئی صحیح غرض ہو اور نہ صحیح مقصد۔ جبکہ حدیث میں ذکر کردہ یہ مباح کھیل ایسے اغراض ومنافع کے لئے کھیلے جاتے ہیں جن کا حصول اس کے بغیر ممکن نہیں۔ اسی لئے فقہاء نے یہ تصریح بھی کر دی ہے کہ یہ جائز کھیل بھی اُسی وقت تک جائز ہیں جبکہ ان کا مقصد اور ان کی غرض صحیح ہو، ورنہ اگر مقصد محض کھیل برائے کھیل ہو تو یہ مباح کھیل بھی جائز نہیں۔ چنانچہ اگر کوئی شخص کشتی، تیراکی، دوڑ، نشانہ بازی محض لہو ولعب کی نیت سے کرے تو یہ بھی مکروہ ہوں گے۔''[۱]

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ نے یہی مسئلہ تفسیر معارف القرآن میں درج ذیل الفاظ میں نقل فرمایا:۔

''اُوپر یہ بات تفصیل سے آچکی ہے کہ مذموم اور ممنوع وہ لہو اور کھیل ہے جس میں کوئی دینی یا دنیوی فائدہ نہیں۔ جو کھیل بدن کی ورزش

---

[۱] (احکام القرآن عربی ص ۱۹۲ ج ۳)

صحت اور تندرستی باقی رکھنے کے لئے یا کسی دوسری دینی دنیوی ضرورت کے لئے یا کم از کم طبیعت کا تکان دُور کرنے کے لئے ہوں اور ان میں غلو نہ کیا جائے کہ انہی کو مشغلہ بنالیا جائے اور ضروری کاموں میں ان سے حرج پڑنے لگے تو ایسے کھیل شرعاً مباح اور دینی ضرورت کی نیت سے ہوں تو ثواب بھی ہے۔''

پھر جائز تفریح کی کئی مثالیں تحریر کرنے کے بعد حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ آگے لکھتے ہیں۔

''ایک حدیث میں ارشاد ہے: روحوا القلوب ساعة فساعة أخرجه ابو داؤد في مراسيله عن ابن شهاب مرسلاً.

یعنی تم اپنے قلوب کو کبھی کبھی آرام دیا کرو جس سے قلب و دماغ کی تفریح اور اس کے لئے کچھ وقت نکالنے کا جواز ثابت ہوا۔ شرط ان سب چیزوں میں یہ ہے کہ نیت ان مقاصد صحیحہ کی ہو جو ان کھیلوں میں پائے جاتے ہیں، کھیل برائے کھیل مقصد نہ ہو اور وہ بھی بقدر ضرورت رہے اس میں توسع اور غلو نہ ہو اور وجہ اس سب کھیلوں کے جواز کی وہی ہے کہ درحقیقت یہ کھیل جب اپنی حد کے اندر ہوں تو لہو کی تعریف میں داخل ہی نہیں۔ اس کے ساتھ بعض کھیل ایسے بھی ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر منع فرما دیا ہے۔ اگرچہ ان میں کچھ فوائد بھی بتلائے جائیں۔ مثلاً شطرنج، چوسر وغیرہ اگر ان کے ساتھ ہار جیت اور مال کا لین دین بھی ہو تو یہ جوا اور قطعی حرام ہیں اور یہ نہ ہو محض دل بہلانے کے لئے کھیلے جائیں تب بھی ان کو حدیث میں منع فرمایا ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نردشیر یعنی چوسر کھیلتا ہے وہ ایسا ہے جیسے اُس نے ہاتھ خنزیر کے خون میں رنگے ہوں اسی طرح ایک روایت میں شطرنج کھیلنے والے

پر لعنت کے الفاظ آئے ہیں (عقیل فی الضعفاء عن ابی هریرة رضی الله عنه کذا فی نصب الرایة) اسی طرح کبوتر بازی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناجائز قرار دیا۔ (ابو داؤد فی المراسیل عن شریح کذا فی الکنز) ان کی ممانعت کی ظاہری وجہ یہ ہے کہ عموماً ان میں مشغولیت ایسی ہوتی ہے کہ آدمی کو ضروری کام یہاں تک کہ نماز اور دوسری عبادت سے بھی غافل کر دیتی ہے۔"[1]

کھیلوں کے بارے میں ایک اصولی فتویٰ

مفتی اعظم پاکستان حضرت اقدس مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ نے اپنے ایک فتویٰ میں قرآنی آیات، احادیث طیبہ اور فقہاء کی عبارات کے پیش نظر جو اصول تحریر فرمایا ہے وہ نقل کیا جاتا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اس فتوی میں اولاً شامی کی عبارات درج کی گئی ہیں پھر فتوے تحریر کیا گیا ہے:۔

"قال فی الدر المختار من الکراهیة وکره کل لهو لقوله علیه السلام کل لهو المسلم حرام الا ثلاثة ملاعبته اهله وتادیبه فرسه ومناضلته بقوسه قال الشامی ای کل لعب وعبث الی قوله والمزمار والضبع والبوق فانها کله مکروهة لانها زی الکفار.[2]

قال الشامی: وفی القهستانی عن الملتقط من لعب بالصولجان یدیر الفروسیة جاز وعن الجواهر قد جاء الاثر فی رخصة المصارعة لتحصیل القدرة علی المقاتلة دون التلهی فانه مکروه.[3]

---

[1] (تفسیر معارف القرآن ص ۲۳-۲۴-۲۵۔ جلد ہفتم) [2] (شامی ص ۳۰۴ ج ۶)
[3] (شامی ص ۳۰۴ ج ۶)

قال في الدر : والمصارعة ليست بدعة الا للتهلي فتكره قال الشامي قدمنا عن القهستاني جواز اللعب بالصولجان وهو الكرة بالفروسية وفي جواز المسابقة بالطير عندنا نظر وكذا في جواز معرفة ما في اليد واللعب بالخاتم فانه لهو مجرد وأما المسابقة بالبقر والسفن والسباحة فظاهر كلامهم الجواز ورمي البندق والحجر كالرمي بالسهم . وأما اشالة الحجر باليد وما بعده فالظاهر أنه ان قصد به التمرن والتقوى على الشجاعة لا باس .

(احادیث جو اس بارہ میں وارد ہوئی ہیں ان سے نیز عبارات فقہیہ مندرجہ بالا سے کھیل کے بارے میں تفصیلات ذیل مستفاد ہوئیں۔

(الف)۔۔۔۔۔وہ کھیل جس سے دینی یا دنیوی کوئی معتد بہ فائدہ مقصود نہ ہو وہ ناجائز ہے اور وہی حدیث کا مصداق ہے۔

(ب)۔۔۔۔۔جس کھیل سے کوئی دینی یا دنیوی فائدہ معتد بہا مقصود ہو وہ جائز ہے۔ بشرطیکہ اس میں کوئی امر خلاف شرع ملا ہوا نہ ہو اور منجملہ امور خلاف شرع تشبہ بالکفار (کفار کی نقالی) بھی ہے۔

(ج)۔۔۔۔۔جس کھیل سے کوئی فائدہ دینی یا دنیوی مقصود ہو لیکن اس میں کوئی ناجائز اور خلاف شرع امر مل جائے تو وہ بھی ناجائز ہو جاتا ہے۔ جیسے تیر اندازی یا گھوڑ دوڑ وغیرہ جبکہ اس میں قمار کی کوئی صورت پیدا ہو جائے اور دونوں طرف سے کچھ مال کی شرط لگائی جائے تو وہ بھی ناجائز ہو جاتی ہے۔ یا کوئی کھیل کسی خاص قوم کفار کا مخصوص سمجھا جاتا ہو وہ بھی ناجائز ہوگا للتشبه الممنوع .

لہٰذا معلوم ہوا کہ گیند کے کھیل خواہ کرکٹ وغیرہ ہوں یا دوسرے دیسی کھیل فی نفسہ جائز ہیں کیونکہ ان سے تفریح طبع اور ورزش و تقویت ہوتی ہے جو دنیوی اہم فائدہ بھی ہے اور دینی فوائد کے لئے سبب بھی لیکن شرط یہی ہے کہ یہ کھیل اس طرح پر ہوں کہ

ان میں کوئی امر خلاف شرع اور تشبہ بالکفار نہ ہو، نہ لباس اور طرز وضع میں انگریزیت ہو اور نہ گھٹنے کھلے ہوں نہ اپنے اور نہ دوسروں کے اور نہ اس طرح اشتغال ہو کہ ضروریات اسلام نماز وغیرہ میں خلل آئے۔ اگر کوئی شخص ان شرائط کے ساتھ کرکٹ، ٹینس وغیرہ کھیل سکتا ہے تو اس کے لئے جائز ہے ورنہ نہیں۔ آج کل چونکہ عموماً یہ شرائط موجودہ کھیلوں میں جو موجود نہیں اس لئے ناجائز کہا جاتا ہے۔[1]

☆—☆—☆......☆......☆......☆

ختم شد

[1] (امداد المفتین جدید ص ۱۰۰۱ و ۱۰۰۲ طبع کراچی)